انتخاب سراج اورنگ آبادی

محمد حسن

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی

اشتراک

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی

© مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

Intikhab: Siraj Aurangabadi
Edited by
Dr. Mohd. Hasan

45/-

صدر دفتر

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025 ☎ 011-26987295

Email: monthlykitabnuma@gmail.com

شاخیں

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، جامع مسجد دہلی۔ 110006 ☎ 011-23260668

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنس بلڈنگ، ممبئی۔ 400003 ☎ 022-23774857

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ۔ 202002 ☎ 0571-2706142

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، بھوپال گراؤنڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025 ☎ 011-26987295

قومی اردو کونسل کی کتابیں مذکورہ شاخوں پر دستیاب ہیں

سنہ اشاعت: 2011 تعداد: 1100 قیمت: 45/-

ISBN: 978-81-7587-498-5 سلسلۂ مطبوعات: 1404

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔ 110025

فون نمبر: 49539000 فیکس: 49539099

ای میل: urducouncil@gmil.com ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in

طابع: سلاسار امیجنگ سسٹمس آفسیٹ پرنٹرز، C-7/5 لارینس روڈ انڈسٹریل ایریا، نئی دہلی۔ 110035

اس کتاب کی چھپائی میں 70 GSM TNPL Maplitho کاغذ کا استعمال کیا گیا ہے۔

معروضات

قارئین کرام! آپ جانتے ہیں کہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ایک قدیم اشاعتی ادارہ ہے، جو اپنے ماضی کی شاندار روایات کے ساتھ آج بھی سرگرم عمل ہے۔ 1922ء میں اس کے قیام کے ساتھ ہی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جو زمانے کے سرد و گرم سے گزرتا ہوا آگے کی جانب گامزن رہا۔ درمیان میں کئی دشواریاں حائل ہوئیں، نامساعد حالات سے بھی سابقہ پڑا مگر سفر جاری رہا اور اشاعتوں کا سلسلہ کلی طور پر کبھی منقطع نہیں ہوا۔

اس ادارے نے اردو زبان و ادب کے معتبر و مستند مصنفین کی سیکڑوں کتابیں شائع کی ہیں۔ بچوں کے لیے کم قیمت کتابوں کی اشاعت اور طلبا کے لیے ''درسی کتب'' اور ''معیاری سیریز'' کے عنوان سے مختصر مگر جامع کتابوں کی تیاری بھی اس ادارے کے مفید اور مقبول منصوبے رہے ہیں۔ ادھر چند برسوں سے اشاعتی پروگرام میں کچھ تعطل پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے فہرست کتب کی اشاعت بھی ملتوی ہوتی رہی مگر اب برف پگھلی ہے اور مکتبہ کی جو کتابیں کمیاب بلکہ نایاب ہوتی جا رہی تھیں شائع ہو چکی ہیں۔ زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اب تمام کتابیں مکتبہ کی دلی، ممبئی اور علی گڑھ شاخوں پر دستیاب ہیں اور آپ کے مطالبہ پر بھی روانہ کی جائیں گی۔

اشاعتی پروگرام کے جمود کو توڑنے اور مکتبہ کی ناؤ کو بھنور سے نکالنے میں مکتبہ جامعہ بورڈ آف ڈائرکٹرس کے چیئرمین اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے وائس چانسلر جناب نجیب جنگ (آئی اے ایس) کی خصوصی دلچسپی کا ذکر ناگزیر ہے۔ موصوف نے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے فعال ڈائرکٹر جناب حمید اللہ بھٹ کے ساتھ (مکتبہ جامعہ لمیٹڈ اور قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے درمیان) ایک معاہدے کے تحت کتابوں کی اشاعت کے معطل شدہ عمل کو نئی زندگی بخشی ہے۔ اس سرگرم عملی اقدام کے لیے مکتبہ جامعہ کی جانب سے میں ان صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ امید ہے کہ یہ تعاون آیندہ بھی شاملِ حال رہے گا۔

خالد محمود

مینجنگ ڈائرکٹر، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

مجلسِ ادارت

(ڈاکٹر) سید عابد حسین (صدر)

رشید حسن خاں

(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی

ضیاالحسن فاروقی

غلام ربانی تاباں

(ڈاکٹر) قمر رئیس

مالک رام

(ڈاکٹر) محمد حسن

شاہد علی خاں (کنوینر)

حرفِ آغاز

پرانی کتابیں کمیاب ہوتی جا رہی ہیں۔ جو کتابیں ملتی ہیں ان میں بیشتر قابلِ اعتبار نہیں۔ عام طور سے اُن کی قیمتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں اور بہت سے لوگ جو اچھی کتابوں کو خریدنا چاہتے ہیں، قیمتوں کی زیادتی کی وجہ سے نہیں خرید پاتے۔

اِن امور کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، مکتبہ جامعہ نے، حکومتِ جموں و کشمیر کے تعاون سے ایک نیا سلسلہ شروع کیا ہے جس کے تحت قدیم معیاری کتابیں صحتِ متن اور حسنِ طباعت کے ساتھ پیش کی جائیں گی۔ اِن کتابوں کا متن بہت اہتمام کے ساتھ تیار کیا جائے گا۔ جو اُس کتاب کے معتبر ترین نسخے پر مبنی ہوگا صحتِ متن کے ساتھ ساتھ صحتِ املا کا بھی بہ طورِ خاص لحاظ رکھا جائے گا۔ اور یہ ساری کتابیں آفسٹ پر نہایت خوب صورتی کے ساتھ چھاپی جائیں گی۔ اس کے باوجود ان کتابوں کی قیمتیں کم سے کم ہوں گی اور اس کے لیے مکتبۂ جامعہ حکومتِ جموں و کشمیر کا ممنون ہے جس کی مالی امداد نے اس بات کو ممکن بنایا۔

ہمیں اُمید ہے کہ حکومتِ جموں و کشمیر کی مالی امداد سے مرتب کیا ہوا کتابوں کا یہ سلسلہ اُردو زبان و ادب کے فروغ میں اور اچھی کتابوں کی زیادہ سے زیادہ اشاعت میں بے حد معاون ثابت ہوگا۔

شاہد علی خاں

(جنرل منیجر)

تعارف

ادبی تاریخ میں ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں جب تصنیف مصنف سے زیادہ مقبول ہوئی ہو۔ سراج اورنگ آبادی کی غزل ع خبرِ تحیرِ عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی۔ ایسی ہی چند نادر مثالوں میں شامل ہے۔ اگر سراج نے صرف یہی ایک غزل لکھی ہوتی تو بھی ادبی تاریخ سے ان کا نقش کبھی محو نہ ہوتا

اس غزل کے علاوہ دوسری غزلوں میں بھی سراج کے احساس کی سرمستی، تخیل کی رعنائی اور اسلوبِ بیان کی رنگینی بھری ہوئی ہے اسی لیے ان کے کلام کو "حسنِ کلام اور لطفِ گفتار کا دل نواز مجموعہ" قرار دیا گیا ہے۔ رعنائی، رنگینی اور روانی کے باعث کئی سو سال گزر جانے کے بعد بھی اُن کا کلام پڑھنے اور لطف لینے کے قابل ہے۔

سراج کو صوفی شاعر کہا جاتا ہے وہ مزاجاً اور عملاً صوفی تھے لیکن ان کی شاعری پر تصوف کا غلبہ نظر نہیں آتا۔ وہ زندگی کو ایک عاشق کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اسی لیے اُن کے کلام میں حسن پرستی اور والہانہ پن کا ایک انوکھا امتزاج ملتا ہے۔ ان کی رندی اور مستی آج کے پڑھنے والے سے انھیں بہت قریب لے آتی ہے اور ان کے شعر ہمراز اور جلیس کی

طرح سرگوشیاں کرتے معلوم ہوتے ہیں۔

سراؔج اب سے کوئی ۲۶۱ سال پہلے ۱۱۲۸ ہجری میں اورنگ آباد (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے یہ سنہ عیسوی کے حساب سے ۱۷۱۴ء کے قریب کا زمانہ ہے یعنی اورنگ زیب کے انتقال کے چند سال بعد سراؔج پیدا ہوئے اور بقول عبدالقادر سروری ۱۱۷۷ ہجری میں انتقال کیا بارہ برس کی عمر میں متداول علوم کی تعلیم مکمل کی اسی زمانے میں جذب و مستی کی کیفیت طاری ہوئی اور بے اختیار فارسی اشعار موزوں ہونے لگے حالتِ جذب میں گھر سے نکل کھڑے ہوتے تمام رات بھر صحرا نوردی کرتے اور کبھی شاہ برہان الدین غریب کے مزار پر وقت گزارتے۔ چشتیہ سلسلے کے ایک صوفی بزرگ شاہ عبدالرحمٰن سے بیعت ہوئے اسی زمانے میں اردو شاعری شروع کی ان کے مخصوص دوستوں میں عبدالرسول خاں اور شاہ چراغ کے نام مشہور ہیں۔

سراؔج اورنگ آبادی اس ادبی روایت کے وارث تھے جو صدیوں سے دکن میں فروغ پا رہی تھی۔ وجہیؔ سے لے کر ولیؔ تک یہ ادبی روایت نئی منزلیں طے کرتی رہی۔ ولیؔ اور سراؔج اس روایت کا سلسلہ شمالی ہند کی شاعری سے ملاتے ہیں اس اعتبار سے شمالی ہند کے دورِ اوّل کے بلند قامت شاعروں میں سے کوئی بھی ان کے اثرات سے آزاد نہیں ہے میرؔ، سوداؔ، دردؔ سبھی کے تصورات اور اسلوب بیان پر سراؔج کے اثرات کی نشان دہی کی جا سکتی ہے۔ اس اعتبار سے سراؔج اورنگ آبادی ہمارے ماضی کا حصہ بھی ہیں اور لمحۂ امروز کا بھی کیوں کہ ان کے تجربے اور مشاہدے، تخیل اور جذبے کی گرمی آج کے پڑھنے والوں کے دلوں کو گرماتی اور تڑپاتی ہے۔

کلیاتِ سراؔج کی ترتیب اور اشاعت پہلی بار ۱۹۴۰ میں پروفیسر عبدالقادر سروری نے کی اور یہ کتاب مجلسِ اشاعت دکنی مخطوطات حیدرآباد کے سلسلۂ یوسفیہ میں چھپی۔ پروفیسر سروری نے کلیاتؔ کے متن کی بنیاد دیوان کے لو اور مثنوی بوستانِ خیال کے

چار مخطوطات پر قائم کی۔ ان میں قدیم ترین مخطوطہ مکتوبہ ۱۱۶۱ ہجری بھی شامل ہے جو سراؔج کے انتقال سے تقریباً ۱۶ سال پہلے لکھا گیا تھا ___ زیرِ نظر انتخاب پروفیسر سعودی کے شائع کردہ متن پر مبنی ہے۔

کسی شاعر کا منتخب کلام تیار کرنے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مرتّب کو جو اشعار پسند آئیں صرف انھیں کو نقل کرنے پر اکتفا کی جائے دوسرا یہ کہ شاعر کا ایسا نمایندہ کلام پیش کیا جائے جس میں اس کی اہم خوبیاں اور خامیاں آجائیں اور اس کے ادبی مذاق کا اندازہ ہو سکے پہلی صورت میں انتخاب دورِ جدید کے قارئین کے لیے دلچسپ تو ہوگا مگر انتخاب کلامِ شاعر سے زیادہ مرتب کے مذاقِ سخن کا آئینہ دار ہو کر رہ جائے گا۔ دوسری صورت میں شاعر کے ادبی مزاج کی نمایندگی تو بخوبی ہو جائے گی مگر دورِ جدید کے پڑھنے والوں کے لیے ایسے انتخاب کی حیثیت محض تاریخی ہو کر رہ جانے کا اندیشہ ہے۔ زیرِ نظر انتخاب میں درمیانی راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ شروع میں مختلف ردیف کی چند مکمل غزلیں پیش کی گئی ہیں کوئی شعر حذف نہیں ہوا ہے۔ ان سے سراؔج کے ادبی مزاج کی نمایندگی ہو سکتی ہے اور عام قاری اپنے طور پر شاعر کے بارے میں رائے قائم کر سکتا ہے۔ ان کے بعد سراؔج کی غزلیات کا انتخاب دیا گیا ہے جو مرتّب نے اپنے مذاق کے مطابق کیا ہے۔ مثنوی "بوستانِ خیال" کا بھی صرف انتخاب شامل کیا گیا ہے۔ ایسے اشعار جو قصّے کو آگے نہیں بڑھاتے حذف کر دیے گئے ہیں۔ اس طرح بعض اچھے اور خوبصورت شعر بھی حذف ہو گئے۔ ظاہر ہے انتخاب بڑی حد تک انفرادی عمل ہے اور یہاں اپنی اپنی پسند کا معاملہ ہوتا ہے۔ ضروری نہیں کہ ایک کی پسند دوسروں کو بھی پسند ہو۔ عین ممکن ہے کہ سراؔج کے بعض ایسے اشعار آپ کو اس انتخاب میں نہ ملیں جو آپ کو بہت پسند ہوں، اس میں مرتّب کو معذور جانیں۔ ہمیں البتہ امید ہے کہ اس انتخاب میں بھی آپ کے پسندیدہ اشعار کی تعداد کافی ہوگی اور اگر یہ انتخاب پرانے طرزِ کلام اور نئے ذوقِ جمال کے درمیان خوشگوار مفاہمت پیدا

کریں گے تو اسے ناکام نہ سمجھنا چاہیے۔

قدما کے کلام کو آج کے قاری کے سامنے پیش کرتے وقت ایک اور دشوار مسئلہ املا اور طرزِ کتابت کا بھی پیش آتا ہے۔ ہم نے اس کا اہتمام کیا ہے کہ کلیاتِ سراج مرتبہ پروفیسر عبدالقادر سروری کے طرزِ املا کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ اس لیے اگر متن میں گلزار کو "گلذار" اور بعض کو "بجز" لکھا ہوا ملے تو اسے کتابت کی غلطی پر محمول نہ فرمائیں۔ قدیم طرزِ املا یہی تھا۔ اسی طرح اُس کے بجائے "اوس"۔ سے کے بجائے "سیتی" یا "سیں" کہیں کہیں نہیں کے بجائے "نیں" بھی ملے گا۔ ان میں بعض کا املا بہ آسانی تبدیل کیا جا سکتا تھا مگر اس صورت میں سراج کا صحیح متن سامنے نہ آتا۔

زیرِ نظر انتخاب کلام کے ان چند اوراق میں ایک ایسی جمال پرست اور بے قرار شخصیت کی جھلکیاں ملیں گی جو ذات و کائنات کے لیے عرفان کی تلاش میں ہے اور اسی تلاش کے عمل میں پڑھنے والوں کی بصیرت اور جمالیاتی کیف میں نئی تہوں اور تازہ جہتوں کا اضافہ کرتا جاتا ہے۔ ان اشعار میں ایک دردمند دل کی آواز بھی ہے اور ایک تہذیب اور ایک تاریخی دور کی صدا بھی۔ اچھا شعر ہمیشہ شخصیت، ماحول اور ابدیت کے سرگم سے عبارت ہوتا ہے اور اس اعتبار سے اچھے شعر کا مطالعہ پرانی شراب کا نشہ ہے جسے وقت فرسودہ نہیں کر پاتا بلکہ اور زیادہ شاداب اور پُر کیف بنا دیتا ہے۔ سراج کا مطالعہ بہ یک وقت تاریخ کے لمحۂ جاوداں کا مطالعہ بھی ہے اور عصرِ حاضر کا زندہ اور تابناک شعری تجربہ بھی۔

(ڈاکٹر) محمد حسن

ماڈل ٹاؤن۔ دہلی

ستمبر ۱۹۶۹ء

کہاں ہے گل بدن موہن پیارا
کہ جیوں بلبل ہے نالاں دل ہمارا

بساطِ عشق بازی میں مرا دل
متاعِ صبر و نقد و ہوش ہارا

تغافل ترک کر اے شوخِ بیباک
تلطف کر، نوازش کر، مدارا

ہزارے کا نہیں ہے ذوق مجکوں
کیا ہوں جب سیں تجھ مکھ کا نظارا

سنا ہے جب سیں تیرے حسن کا شور
لیا زاہد نے مسجد کا کنارا

شبِ ہجرت میں اس مہتاب رو کی
ہر ایک آنسو ہوا روشن ستارا

سراج اس شمع رو نے ان دنوں میں
لیا ہے سب پتنگوں کا اجارا

جان و دل سیں میں گرفتار ہوں، کن کا، اُن کا
بندۂ بے زر و دینار ہوں، کن کا، اُن کا

صبر کے باغ کے منڈوے سے جھڑا ہوں جیوں پھول
اب تو لاچار، گلے ہار ہوں، کن کا، اُن کا

حوضِ کوثر کی نہیں، چاہِ زنخداں کی قسم
تشنۂ شربتِ دیدار ہوں، کن کا، اُن کا

لب و رخسار کے گل قند سیں لازم ہے علاج
دل کے آزار سے بیمار ہوں، کن کا، اُن کا

مدتیں ہوئیں کہ ہوا خانۂ زنجیر خراب
بستۂ زلفِ گرہ دار ہوں، کن کا، اُن کا

تشنۂ مرگ کوں ہے آبِ صراحی دمِ تیغ
بسملِ ابروے خم دار ہوں، کن کا، اُن کا

تا حق اس سنگ دل سیں مجھے دیتے ہیں شکست
میں تو آئینۂ سرکار ہوں، کن کا، اُن کا

گلشنِ وصل میں رہتا ہوں غزل خوانِ فراق
عندلیبِ گلِ رخسار ہوں، کن کا، اُن کا

میں کہا رحم پتنگوں پہ کر اے جانِ سراج
تب کہا، شمعِ شبِ تار ہوں، کن کا، اُن کا

ہے دل میں خیالِ گلِ رخسار کسی کا
داغوں سیں محبت کے ہے گلزار کسی کا

جاتا ہے مرا جان، نپٹ پیاس لگی ہے
منگتا ہوں ذرہ شربتِ دیدار کسی کا

سب پر ہے کرم، مجھ پہ ستم کیا ہے دورنگی
دل دار کسی کا ہے، دل آزار کسی کا

زنجیر بھلی، قید بھلی، موت بھی جیوں توں
پن حق نہ کرے کس کوں گرفتار کسی کا

میں ہوں تو دیوانہ پہ کسی زلف کا نہیں ہوں
واللہ کہ رکھتا نہیں یک تار کسی کا

یک دم تو ہم آغوش کرو اے گلِ خوبی
ہو جاؤں گا اب نہیں تو گلے ہار کسی کا

جھکتا ہے ذرا باد کے چلنے میں زمیں پر
نرگس ہے مگر باغ ہے بیمار کسی کا

لاتی ہے خبر یار کی موجِ دمِ شمشیر
کاری ہے مگر دل میں مرے وار کسی کا

ہر رات سراج آتشِ غم میں نہ جلے کیوں
پروانۂ جاں سوز ہے، بلبہار کسی کا

قد ترا سرو رواں تھا مجھے معلوم نہ تھا / گلشن دل میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
دھوپ میں غم کی، عبث جی کوں جلایا افسوس / اس کے سایہ میں اماں تھا مجھے معلوم نہ تھا
یار نے ابرو و مژگاں سیں مجھے صید کیا / صاحب تیر و کماں تھا مجھے معلوم نہ تھا
سب جگت ڈھونڈ پھرا یار نہ پایا لیکن / دل کے گوشہ میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
خاک تیرے قدم پاک کی اے نور نگاہ / سرمۂ دیدۂ جاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
میں سمجھتا تھا کہ اس یار کا ہے نام و نشاں / یار بے نام و نشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
روزہ داراں جدائی کوں خم ابروئے پیا / ماہ عید رمضاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
نگہ شوخ نے دل ایک کرشمہ میں لیا / کیا بلا سیف زباں تھا مجھے معلوم نہ تھا
شب ہجراں کی نہ تھی تاب مجھے مثل سراج / رخ ترا نور فشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

مجھ سیں غم، دست و گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا / چاک سینہ کا نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا
اب تلک مجھکوں کسی شخص کے چہرہ کا خیال / صورت آئینۂ جاں نہ ہوا تھا سو ہوا
صف عشاق میں کوئی ثانیِ مجنوں مجھ سا / وحشیِ کوہ و بیاباں نہ ہوا تھا سو ہوا
اشک اولے ہو برستے ہیں مرے دامن میں / یہ ورق نقرہ افشاں نہ ہوا تھا سو ہوا
خنجر عشق نے احسان کیا سر پہ مرے / جاں کندن کبھی آساں نہ ہوا تھا سو ہوا
قبلہ رو رحم کیا مجھ پہ خط آغازی میں / کافر ہند مسلماں نہ ہوا تھا سو ہوا
آہ سوزاں سیں مرے دامن صحرا میں سراج / قبر مجنوں پہ چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

آیا پیا، شراب کا پیالا پیا ہوا / دل کے دیے کی جوت سیں کاجل دیا ہوا
آیا ہے میرے قتل پہ درپیش بے طرح / آیا ہے مجھکوں پیش وو اپنا کیا ہوا
مارا ہوا ہے خنجر محبت کی تیغ کا / آب حیات شوق سیں تیرے جیا ہوا

بیٹھا ہے تختِ شوق پہ جو ہو کر بے ریا
وو پادشاہ بارگہِ کبریا ہوا

نکلا ہے دل جلا کر، بجوا آنکھوں سے طفلِ اشک
اس شوخ بے جگر کا، دیکھو کیا ہیا ہوا

دل لے گیا ہے مجھ کوں دے امیدِ دل دہی
ظالم کبھی تو لائے گا میرا لیا ہوا

نہیں جب سیں پاس شاہدِ گلگوں قبا سراج
جی پر ہے تنگ جسم کا جامہ سیا ہوا

غم نے باندھا ہے مرے جی پہ کھلا، ہائے کھلا
پھر نئے سرستی آئی ہے بلا، ہائے بلا

اے گلِ گلشنِ جاں، کر مجھے یک بار نہال
خار، حسرت کا کلیجے میں سلا، ہائے سلا

دیکھ سکتا نہیں میں گل کوں ہر یک خار کے ساتھ
اپنے ہمراہ رقیبوں کوں نہ لا، ہائے نہ لا

ذبح کرنے میں مرے رحم نہ لایا اس نے
بلکہ اتنا بھی کہا نیں کہ گلا، ہائے گلا

جس نے کھایا ہے ترے ابروے خوں ریز کا زخم
مرغِ بسمل سا لہو بیچ رلا، ہائے رلا

جانِ جاناں کوں مرے پاس شتابی لاؤ
نہیں تو یک پل میں مرا جان چلا، ہائے چلا

بے طرح اب تو برہ آگ دہکتی ہے سراج
دل مرا کیوں نہ پکارے کہ جلا، ہائے جلا

دو رنگی خوب نہیں یک رنگ ہو جا
سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا

تجھے جیوں غنچہ گر ہے درد کی بو
لہو کا گھونٹ پی دل تنگ ہو جا

کہا کس تیرہ دل نے تجھ کوں اے غم
کہ دل کی آرسی پر زنگ ہو جا

یہی آہوں کے تاروں میں صدا ہے
کہ بارِ غم سیں خم جیوں چنگ ہو جا

دعا ہے، اے رہِ غم طولِ عمر کے
قدم پر ہے تو سو فرسنگ ہو جا

گلے میں ڈال رسوائی کی الفی
الف کھینچ آہ کا، بے ننگ ہو جا

برہ کی آگ میں ثابت قدم چل
سراج اب شمع کا ہم رنگ ہو جا

خیالات نیرنگ چشم صنم سیں ہے شیشہ میں دل کے پری کا تماشا
ہمیں صحن گلشن میں تم مت دکھاؤ، گل نرگس عبہری کا تماشا
جو تیوری چڑھاوے تو جی کوں لجاوے دگر مسکراوے تو پھر کر جلاوے
نیا ان دنوں میں ہی دیکھا ہے ہم نے دو ساحری افسوں گری کا تماشا
میری چشم حیراں کے درپن میں ظالم تو جب تری بے نیازی کوں کیجا
اگر دیکھتا ہے تو دیکھو آئینہ میں خدائی و پیغمبری کا تماشا
نہ جنگل میں تسکین دل ہے میسر نہ دریا کوں دیکھے خوشی جی کوں حاصل
مری آہ سوزاں و اشک رواں میں ہے خشکی کا سیر اور تری کا تماشا
سراج اپنے نزدیک اوجا ہے بہتر جھلک شعلہ رویوں کی پاپوش نزدیک
پتنگوں کے جو مریں اے شمع دکھلا تہ سر کے تاج زری کا تماشا

گنج ازل لگا ہے دل بے نوا کے ہات
پہنچا ہے آب تیغ اسے عین پیاس میں
کھاتا ہے جوش خون جگر اس کے رشک سیں
پھرے نگین دل کوں مگر زود تق نام ہے
ناصح نہ مار تیغ نصیحت مجھے عبث
جیوں دود شمع دل ہے مرا پیچ و تاب میں
مدت سے گم ہوا دل بے گانہ سراج

آیا ہے کیا خزانۂ غیبی گدا کے ہات
زخم جگر سے کھول رہا تھا دعا کے ہات
دیکھا ہے جب سیں ہات تمہارا حنا کے ہات
انگشتری کے سات گیا دل ربا کے ہات
اب تو ہوا شہید فرنگی ادا کے ہات
کیوں آئے زلف یار کی باد صبا کے ہات
شاید کہ جا پڑا ہے کسی آشنا کے ہات

مخمور چشموں کی، تبرید کرنے کوں، شبنم ہے سرد اب، شوروں کی مانند
رد پلے کے تھالے سفیدی ہے، نرگس کی ندوی ہے زر کے کٹوروں کی مانند

دارائیِ سرخ ان جامہ زیبوں نے عاشق کے لوہو سے رنگیں کیے ہیں
بے خود ہو کہتا ہوں کیا خوب لگتے ہیں میرے کلیجے کے قوروں کی مانند
اے دستِ مشاطہ تو جب سیں بیچلے اس زلفِ مشکیں کی شانہ کشی کوں
عاشق کی آہوں کے ان صاف رشتوں میں گرہاں ہیں انگلی کی پوروں کی مانند
یہ تنگی انھوں کے دہن کی نپاوے گا اپنے گریباں میں سر کو نواتوں
اے غنچہ باغی ہو مہتاب رویوں سیں مت خندہ پن کر، چکوروں کی مانند
دل کے خزانے سیں شاید لجاوے گا، جی کے جواہر کوں عیاریوں سیں
ہر دم خیال اوس کا، آنکھوں کے روزن میں آتا ہے چھپ چھپ کے چوروں کی مانند
غم کے پہاڑوں کوں، سر پر اٹھائے ہیں، وحشت کے پنجوں سیں آہوں نے میری
دل کے اکھاڑے میں اب کون ہم سر ہے، ان پہلوانوں کے نوروں کی مانند
پروانہ رنگوں کے عرسِ جدائی میں سیر چراغاں ہے، جانِ سراج آج
روشن فتیلے ہیں، آہوں کے شعلوں کے سینے میں کورے سکوروں کی مانند

مجھ پہ اے محرمِ جاں پردۂ اسرار کوں کھول
خوابِ غفلت سیں اٹھا دیدۂ بیدار کوں کھول

دل کوں اب دامنِ صحرائے جنوں یاد آیا
عقل کے دام سیں اس صیدِ گرفتار کوں کھول

اے نسیمِ سحری بوئے محبت لے آ
طرۂ یار ستی عطر کی مہکار کوں کھول

آرزو ہے مری آنکھوں سیں رواں ہوویں آنسو
نشترِ غم سیں رگِ ابرِ گہربار کوں کھول

میں خریدار ہوں دے جنسِ جنوں خاطر خواہ
اے غمِ قافلہ سالار تنک اس بار کوں کھول

قفسِ غم میں دل افسردہ رہیں گا کب لگ
نغمۂ شوق سیں میرے لبِ گفتار کوں کھول

قصۂ درد کوں انجام نہیں مثلِ سراج
غم کے دفتر کوں لپیٹ آہ کے طومار کوں کھول

ہر کسی کوں گذرِ عشق میں آساں مشکل
راہ سیدھی ہے ولے راہ کوں پانا مشکل

کس طرح کیجیے اظہارِ شرر افشانیٔ اشک
جب کہ پانی میں لگی آگ بجھانا مشکل

زور نادر ہے ترے چہرۂ گلنار کی سج
جس طرح دل میں چھپی ہے سو بتانا مشکل

پھول میرے کوں اگر پھول کہوں بھولے سیں
پھول کوں پھول کے پھولوں میں سمانا مشکل

آتشیں رو سیں نہاں کیوں کہ رکھوں سوزِ جگر
جان جاتا ہے ستاتا اب تو چھپانا مشکل

کوئی ہمارے درد کا محرم نہیں
آشنا نہیں، دوست نہیں، ہمدم نہیں

عالمِ دیوانگی کیا خوب ہے
بے کسی کا واں کسی کوں غم نہیں

خوف نہیں تیرِ تغافل سیں ترے
دل ہمارا بھی سپر سیں کم نہیں

شربتِ دیدار کا ہوں تشنہ لب
آرزوے چشمۂ زمزم نہیں

مجھ نظر میں خار ہے ہر برگِ گل
یار بن گلشن میں دل خرم نہیں

اشکِ بلبل سیں چمن لبریز ہے
برگِ گل پر قطرۂ شبنم نہیں

کون سی شب ہے کہ مہرو بن سراج
درد کے آنسو سیں دامن نم نہیں

زرد رنگی کوں بہارِ طرب افزا سمجھوں
گلِ صد برگ کوں میں لالۂ حمرا سمجھوں

باغِ حسرت کا تماشا مجھے آیا ہے پسند
کفِ افسوس کوں برگِ گلِ رعنا سمجھوں

گلشنِ شوق میں ہوں مستِ مئے یک رنگی
پھول کوں ساغرِ مے سرو کوں مینا سمجھوں

طپشِ دل ہے مجھے شاہدِ مقصود کا وصل
پیچشِ دودِ جگر، زلفِ چلیپا سمجھوں

عالمِ آب ہے سیرابیٔ گلزارِ جنوں
خطِ ساغر رگِ برگِ گلِ سودا سمجھوں

گر نظر آوے مجھے خواب میں وو نقشِ قدم
صفحۂ آئینۂ چشمِ زلیخا سمجھوں

نقشِ ناز اصل میں ہے آئینۂ عینِ نیاز
گلِ تصویر کوں میں بلبلِ گویا سمجھوں

قبر میں اس لب جاں بخش کی آوے جو صدا — قم باذن اللہ اعجاز کو مسیحا سمجھوں
عرس کا سیر مجھے آتش غم میں ہے سراج — شعلۂ دل کوں چراغوں کا تماشا سمجھوں

آئینہ رو کے شوق میں حیراں ہوا ہوں میں
زلفوں کو اس کی دیکھ پریشاں ہوا ہوں میں
ہے خون دل شراب مجھے اور گزک جگر
جب سوں پرت کی بزم میں مہماں ہوا ہوں میں
آب حیات وصل سیں دے عمر جاوداں
خنجر سوں تجھ فراق کے بے جاں ہوا ہوں میں
سینے کے داغ کس کوں دکھاؤں میں کھول کر
دل کے لہو میں ڈوب کے غلطاں ہوا ہوں میں
مدت سوں تھا زیارت کعبہ کا مجھ کوں ذوق
تیری بھواں کوں دیکھ کے قرباں ہوا ہوں میں
اس مست نیم خواب کی آنکھوں کوں دیکھ کر
مجلس میں غم کی شوق سیں گرداں ہوا ہوں میں
اس ماہ رو کوں دیکھ کے جیوں شمع اے سراج
اپنے عرق کے شرم سیں پنہاں ہوا ہوں میں

کیا بلا سحر ہیں سجن کے نین — ہے خجل جس انگے ہرن کے نین
مجھ پہ کرتے ہیں بار کا جادو — اس ستم گر سحر فن کے نین
گردشیں سے سوں آج فارغ ہے — جن نے دیکھے ہیں نوش زن کے نین

آرزو میں تری اے نورِ نظر
منتظر ہوں کھلا ہیں من کے نین

شور ڈالے ہیں سارے عالم میں
دلبرِ شکریں سخن کے نین

گلِ نرگس اگر نہیں دیکھا
دیکھ یک بار گل بدن کے نین

کیوں نہ ہووے ہجر بے خبر سوں سراج
ہوش کھوتے ہیں من ہرن کے نین

پی کر شرابِ شوق کوں، بے ہوش ہو بے ہوش ہو
جیوں غنچہ لب کوں بند کر، خاموش ہو خاموش ہو

ہو عاشقِ خونیں جگر، جیوں لالہ اس گل زار میں
کھا دل پہ داغِ عاشقی، گل پوش ہو گل پوش ہو

تجھ کوں اگر ہے آرزو اس خوش ادا کے وصل کی
اے دل سراپا شوق میں آغوش ہو آغوش ہو

امڈا ہے دریا درد کا یارب مجھے رسوا نہ کر
آیا ہے جوش اس دیگ کوں سرپوش ہو سرپوش ہو

مجلس میں غم کی اے سراج اب وقت آیا دور کا
گر خونِ دل موجود ہے مے نوش ہو مے نوش ہو

لیا ہے ہات میں ساقی شراب کا شیشہ
کہاں رہے گا سلامت حجاب کا شیشہ

خبر بہار کی سن بلبلیں ہوئیں بے ہوش
لے آؤ غنچۂ گل سیں گلاب کا شیشہ

لباسِ اہلِ چمن کیوں نہ ہووے سرخ افشاں
ہے غنچۂ گلِ لالہ شہاب کا شیشہ

ہے ذوقِ بادہ کشی زاہدِ ریائی کوں
بھرو شراب سیں شکلِ کتاب کا شیشہ

عجب کہ غفلت و بینش ہیں لازم و ملزوم
بغیر چشم نہیں رنگِ خواب کا شیشہ

ہوس نے داز کیا رازِ سینۂ زاہد　　ہوا سیں پھوٹ گیا اس حباب کا شیشہ
شراب نورِ جلالی سیں بس کہ ہے لبریز　　سراج چرخ میں ہے آفتاب کا شیشہ

ہوا ہے مہرباں وو مو کمر آہستہ آہستہ　　کیا مجھ آہ نے شاید اثر آہستہ آہستہ
کیا ہے مسکرا کر بات مثلِ پھول گل رو نے　　نہالِ عشق نے لایا ثمر آہستہ آہستہ
پلا کر جام اپنی چشم کی گردش سیں پے درپے　　کیا ساقی نے مجھ کوں بے خبر آہستہ آہستہ
طفیلِ سوزشِ دل منزلِ جاناں کوں پہنچا ہوں　　ہوئی ہے آہ میری راہبر آہستہ آہستہ
گلی میں اس پری رو کی کیا ہے عزم اڑنے کا　　نکالا مرغِ دل نے بال و پر آہستہ آہستہ
مرے حالِ پریشاں کی حقیقت کوں سنا جا کر　　صبا کوچے میں گل رو کے گذر آہستہ آہستہ
سراج اس شوخ نے در پیش لایا مدِ ابرو کوں　　مرا دل کیوں نہ ہووے زیر و زبر آہستہ آہستہ

بہار ساقی ہے، بزمِ گلشن، ہیں مطربانِ چمن شرابی
پیالہ گل، سرو سبز شیشہ، شراب بو اور کلی گلابی
نہیں ہے بلبل کوں ایسے موسم میں درد و غم دھوپ سیں خزاں کی
کہ آشیاں اس کوں خس کا بنگلا ہے، سایۂ گل ہے آفتابی
اے چکورو یہ چاندنی نہیں عبث کیے ہو ہجوم تم نے
ہوا ہے جوشِ بہارِ نسریں سیں دھوپ کا رنگ ماہتابی
ہوا شفق پوش باغ و صحرا محیط ہے رنگِ لالہ و گل
غبارِ گلگوں ہے آب رنگیں، زمیں ہے سرخ اور ہوا شہابی
سراج اس شوخ چشم کوں کہہ کہ باغ میں منتظر ہے نرگس
ہجومِ شبنم سیں لے کے موتی نثار کرنے کوں بھر رکابی

راہِ خدا پرستی اوّل ہے خود پرستی
ہستی میں نیستی ہے اور نیستی میں ہستی

اے ساقیٔ دل آگاہ کر دردِ سر سیں فارغ
مخمور ہوں عطا کر جامِ ازل کی مستی

آبادیٔ جہاں ہے اس کی نظر میں ویراں
عاشق کوں ہووے میسّر جس وقت دل کی بستی

امید ہے کہ موہن دیدار مجھ کوں دے گا
غم ہجر کا کرے گا کب لگ دراز دستی

جلنے میں شمع بولی مجھ کوں سراجؔ یک شب
کرتی ہے ہر بلندی آخر کوں عزم پستی

زبس کا فرادایوں نے چلائے سنگِ بے رحمی
اگر سب جمع کرتا میں تو بت خانے ہوئے ہوتے

نہ کرتا ضبط اگر میں گریۂ بے اختیاری کوں
گذرتا جس طرف یہ پور ویرانے ہوئے ہوتے

نظر چشم خریداری سیں کرتا دلبرِ ناداں
اگر قطرے مرے آنسو کے دُردانے ہوئے ہوتے

محبت کے نشے ہیں خاص انساں واسطے ورنہ
فرشتے یہ شرابیں پی کے مستانے ہوئے ہوتے

عوض اپنے گریباں کے کسی کی زلف ہاتھ آتی
ہمارے ہات کے پنجے مگر شانے ہوئے ہوتے

تری شمشیر ابرو سیں ہوئے سنکھ و الا نہ
اجل کی تیغ سیں جیوں آرہ دندانے ہوئے ہوتے

مزہ جو عاشقی میں ہے سو معشوقی میں ہرگز نہیں
سراجؔ اب ہو چکے افسوس پروانے ہوئے ہوتے

ہوس کی آنکھ سیں وہ چہرۂ روشن نہ دیکھو گے
تو چہرہ تو کہاں، پن گوشۂ دامن نہ دیکھو گے

چھپاتے ہو سو بے جا اس جمالِ حیرت افزا کوں
مری آنکھوں سیں دیکھو گے تو پھر درپن نہ دیکھو گے

اگر اس خوش دہن کے لب پہ دیکھو رنگ مستی کا
تو پھر زنہار برگِ غنچۂ سوسن نہ دیکھو گے

اگر دیکھو گے عکس اس خط کا میری چشمِ گریاں میں
لبِ جو پر بہارِ سبزۂ گلشن نہ دیکھو گے

سرآج اپنے سیں کیوں وسواس ہے اے شمع رو تم کوں
کسی عاشق کوں تم معشوق کا دشمن نہ دیکھو گے

اگر وہ لالۂ گل پیرہن چمن سیں اٹھے
چمن سیں رنگ اٹھے، بوگل سمن سیں اٹھے

جو کوئی کہ خوش دہنوں کے خیال خط میں تھا
ہجوم شہر میں وو بستی وکفن سیں اٹھے

اگر کہوں دل پر سوز کے سپند کا حال
برنگ شعلہ سخن مجمر و دہن سیں اٹھے

ہمارے دردِ جگر کی اگر خبر پہنچے
غبارِ آہ وو زلفوں کی ہر شکن سیں اٹھے

چھپا ہے ماہ، وو خورشید رو کوں دیکھ سرآج
طلوعِ صبح میں، جوں شمع انجمن سیں اٹھے

غیرت سیں تجھ رفتار کی ہے سرنگوں کبکِ دری
اور شرم سیں رخسار کے پنہاں نظر سیں ہے پری

خورشید رو کے رخ طرف ہرگز نہیں تابِ نظر
خطِّ شعاعی ہے مگر ہر تار دستارِ زری،

قمری اگن میں عشق کے جل مشتِ خاکستر ہوئی
سروِ سہی اس غم ستی کسوت کیا اپنی ہری

دارائے ملکِ راز ہو نوبت بجاؤں عشق کی
دل کا اگر مجھ کوں ملے آئینۂ اسکندری

درکار نہیں عشاق کوں کانِ جواہر، گنجِ زر
سینے کے ہے صندوق میں ہر داغ مہرِ اکبری

طرزِ نگہ کا پڑھ فسوں یک پل میں دل مجھ سیں لیا
چشمِ صنم کے دور میں ابِ ختم ہے جادوگری

ہر مصرعۂ موزوں ترا سلکِ گہر ہے اے سراجؔ
بازارِ عالم میں نہیں کوئی تجھ سخن کا جوہری

ہوئے ہیں ہم فدا بادِ صبا کے — کہ آتی ہے گلی سیں دل رُبا کے
صنم کس بند سیں پہنچوں ترے پاس — ہزاروں بند ہیں تیری قبا کے
کرا اس سوزنِ پلک نے دل مشبک — حمایت کے لیے ہیں بند نا کے
ہوئے مستِ الست اس دور میں ہم — لیے ہیں اپنے سر وعدے بلا کے
نہ ہویں بیگانہ کیوں ہر آشنا سیں — کہ ہیں ہم آشنا نا آشنا کے
بسایا قول دے ویرانۂ دل — سبب کیا ہے کہ بیچا غم کے ڈلکے
سراجؔ اس چشمِ وحشی کوں کیا رام — ہرن عاشق ہوئے اس کی صدا کے

اس زلفِ مشک بو کی ختن میں لپٹ گئی — بر جا ہے قدرِ نافۂ تاتار گھٹ گئی
دیوانہ قیدِ ہوش سیں آزاد ہو گیا — شکرِ خدا کہ پاؤں کی زنجیر کٹ گئی
حیراں ہوں اس کی ابجدِ چپ چیں کوں دیکھ کر — نقصیر کچھ نہ تھی کہ یہ سیتی الٹ گئی
ڈرتا تھا میں وو کاکلِ کافر کی پیچ سیں — آخر کوں ہو کے ہار گلے سیں لپٹ گئی
اب عرضِ حال یار سیں لازم ہے اے سراجؔ — تنہا ہے شمع بھیڑ پتنگوں کی چھٹ گئی

عجب میں ہوں کہ دل آئینہ دار کس کا ہے — کیا ہے آپ سیں بے اختیار کس کا ہے
صنم کی طرزِ تغافل کو دیکھ حیراں ہوں — کہ دل میں آئینہ رو کے غبار کس کا ہے
مرے خیال کے گلشن کوں جس نے سبز کیا — نہ جانوں خطِ زمرّد نگار کس کا ہے
دو چار آئینہ میں تجھ کوں دیکھ سکتا نہیں — پھر اس جہاں میں مجھے اعتبار کس کا ہے

اسی خیال سیں رکھتا ہوں میں ہم آغوشی
کہ آج دو گلِ بے خار ہار کس کا ہے

دو صبح اوپر اگر چرخ چسرخ کھلایا نہیں
تو مہرِ طشتِ جواہر نگار کس کا ہے

ہوا ہوں آج نپٹ زخمِ عشق سیں بے کل
کہو کہ خنجرِ زہر آب دار کس کا ہے

جو کوئی ہے بلبلِ گلزارِ عشق ادسے پوچھو
کہ وہ صنم گلِ رنگیں بہار کس کا ہے

عجب نہیں ہے کہ ہوں بے قرار جیوں سیماب
برہ کی آگ سے یہاں اعتبار کس کا ہے

قبول کر نذرِ عندلیبِ گلشنِ شوق
کبھی تو کہہ کہ دلِ چاک انار کس کا ہے

جلا کے خاک کیا پن کبھی بھی یوں نہ کہا
سراجِ سوختہ دل خاکسار کس کا ہے

تجھ زلف کی بو مشک معنبر کو کہاں ہے
تجھ قد کی ادا سروِ صنوبر کو کہاں ہے

خورشید مقابل ترے ذرّے سیں بھی کم تر
تجھ رُخ کی تجلّی مہِ انور کوں کہاں ہے

مے نوشِ محبت نہ کرے منتِ مینا
تجھ لب کی لطافت لبِ ساغر کوں کہاں ہے

صیقل سیں ترے عشق کی پایا ہے جلا دل
یہ آئینۂ صاف سکندر کوں کہاں ہے

دیدار کے پیاسے کوں نہیں خواہشِ فردوس
شیریں مزگی چشمۂ کوثر کوں کہاں ہے

لے جاوے مگر دل کی طپش، آہ کا مکتوب
یہ تیز پری بالِ کبوتر کوں کہاں ہے

جل جل کے ہوا خاک سراج آتشِ غم میں
یہ سوختگی بالِ سمندر کوں کہاں ہے

دل میں خیالاتِ رنگیں گذرتے ہیں جیوں باس پھولوں کے رنگوں میں رہیے
وحشت کے جنگل میں کب لگ پریشاں ہو، غم کی بہاروں کے سنگوں میں رہیے
جو کوئی کہ ہے دشتِ وحشت کا ساکن، ادسے ہوش کے شہریوں سے ہے نفرت
ہے دیوانگی کا نپٹ خوب عالم ہے زنجیر کی جا النگوں میں رہیے

پندارِ ہستی سیں وہمی خیالوں نے کثرت کی تہمت لگائے ہیں ناحق
دراصل میں جوشش طوفانِ وحدت ہے جیوں موج دریا امنگوں میں رہیے
اس سروِ قامت کے جوشِ محبت میں ازبس کہ آزاد سب سیں ہوا ہوں
مانند قمری بدن کوں لگارا کہہ "یاہو" کے دم بھر ملنگوں میں رہیے
ناحق سراج آہ حسرت کی آتش سیں ہر دم میں سو بار جلناں سبب کیا
یک بار شعلے پہ گرنے کی طرحوں کوں معلوم کرنے پتنگوں میں رہیے

قبائے جامۂ دل دادخواہ کس کا ہے
شہیدِ زخمِ فرنگِ نگاہ کس کا ہے
یکا یک آ پہر سیں جاتا ہوں بوئے گل کی مثال
نہ جانوں یہ چمن جلوہ گاہ کس کا ہے
صبا گلی میں صنم کی نہ جا، نہیں ہے خبر
کہ وہاں کا نقشِ قدم سجدہ گاہ کس کا ہے
نیاز و عجز و ارادت یہ سب مری تقصیر
پہ یہ نگاہِ تغافل، گناہ کس کا ہے
ہوا ہے طرۂ دستار زیبِ سرو قداں
نہ جانوں برگِ سمن فرشِ راہ کس کا ہے
ترے جو لب پہ نمودار ہے سیاہی خط
خبر بھی ہے اثرِ دودِ آہ کس کا ہے
نگاہِ ناز سیتی ملکِ دل کیا تسخیر
کہو کہ وو شہِ جادو سپاہ کس کا ہے
عجب میں ہوں مرے آنسو کی آبپاشی سیں
نین کا گوشۂ محل، خواب گاہ کس کا ہے
برہ کی آگ میں ثابت قدم سراج کو دیکھ
سبھی پکار اٹھے، "واہ واہ کس کا ہے"

گدائے کوچۂ میخانہ میرے پرستاں ہے
بہارِ گل میں ہر بلبل بشیرے پرستاں ہے
شبِ تاریک میں حاصل ہے ان کوں سیرِ مہتابی
کہ دورِ جامِ مُل بدرِ منیرے پرستاں ہے
بتاتا ہے کرشمے بیٹھ کر مسجد میں ابرو کی
نگر و نرگسِ مخمور پیرے پرستاں ہے
ہوا عہدِ الست ان کوں شکستِ توبہ دیں
گلوئے شیشۂ مے دستگیرے پرستاں ہے

عیاں ہوتا ہے رنگِ بادۂ مینائے سربستہ
سراج آئینۂ روشن ضمیرے پرستاں ہے

عالم کے دوستوں میں مروت نہیں رہی
شرم و حیا و مہر و شفقت نہیں رہی

ظاہر میں کیا رفیق کہلاتے ہیں آپ کوں
لیکن انوں کے دل میں محبت نہیں رہی

ملتے ہیں راستی سیں جو کوئی کج نظر ملے
خوبوں میں پاک بازی کی حرمت نہیں رہی

ہر خارِ بوالہوس کی کیے صحبت اختیار
تو حسنِ گل رخوں میں لطافت نہیں رہی

نالائقوں میں عمر کوں کرناں عبث تلف
ہم صحبتی کی ان میں لیاقت نہیں رہی

بھولے ہیں ہر صنم کے کرشمے پہ ہوش کوں
ان زاہدوں میں کشف و کرامت نہیں رہی

سفلے ہوئے عزیز، عزیز اب ہوئے خراب
بے جوہروں میں قدرِ شرافت نہیں رہی

مت ہو بہارِ گلشنِ دنیا کا عندلیب
اس پھول بن میں بوئے رفاقت نہیں رہی

اب ذاتِ حق بغیر نہ رکھو دوستی سراج
عالم میں آشنائی و الفت نہیں رہی

خبرِ تحیرِ عشق سن، نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی

شہِ بے خودی نے عطا کیا مجھے اب لباسِ برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی

کبھی سمتِ غیب سیں کیا ہوا کہ چمنِ ظہور کا جل گیا
مگر ایک شاخِ نہالِ غم جسے دل کہو سو ہری رہی

نظرِ تغافلِ یار کا گلہ کس زباں سیں بیاں کروں
کہ شرابِ صد قدح آرزو خمِ دل میں تھی سو بھری رہی

دو عجب گھڑی تھی میں جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق میں جوں دھری تھی تیونہی دھری رہی
ترے جوشِ حیرتِ حسن کا اثر اس قدر سیں یہاں ہوا
کہ نہ آئینہ میں رہی جلا نہ پری کوں جلوہ گری رہی
کیا خاک آتشِ عشق نے دلِ بے نوائے سراج کوں
نہ خطر رہا نہ حذر رہا مگر ایک بے خطری رہی

اگر کچھ ہوش ہم رکھتے تو مستانے ہوئے ہوتے
پہنچتے جا لبِ ساقی کوں پیمانے ہوئے ہوتے
عبث ان شہریوں میں وقت اپنا ہم کیے ضائع
کسی مجنوں کی صحبت بیٹھ دیوانے ہوئے ہوتے
نہ رکھتا میں یہاں گر الفتِ لیلیٰ نگاہوں کوں
تو مجنوں کی طرح عالم میں افسانے ہوئے ہوتے
اگر ہم آشنا ہوتے تری بیگانہ خوئی سیں
برائے مصلحت ظاہر میں بیگانے ہوئے ہوتے

مستزاد
بازگشت

جاں بلب ہوں، ہے کہاں وو دلبرِ جادو لقب
دل برِ جادو لقب کے ہجر میں ہوں جاں بلب
بے ادب کوں اے صنم ہرگز نہ کر توں رو برو
رو برو تیرے ہوئی ہے آرسی کیا بے ادب
بے سبب ہم بے گنا ہوں پر روا مت کر ستم
کر ستم ہم کوں کیا ہے قتل کیوں توں بے سبب
زلفِ شب ہے اور ترا عارض ہے رشکِ آفتاب
آفتاب اب ہے ترا رخسار و تیری زلف شب
ہے غضب بے جا ہماری جان پر اے من ہرن
من ہرن تیرِ تغافل حق میں میرے ہے غضب
منتخب ہے مصرعِ موزوں و قدِ گل بدن
گل بدن کا وو جسم ابرو ہے فردِ منتخب
مستحب ہے عشق کے مذہب میں ترک ماسوا
ماسوا سے باز آنا ہے سر آج اب مستحب

انتخاب غزلیات

چیرۂ بل دار اس خوں خوار نے سر پہ سجا
کیوں نہ پیچ و تاب ہوویں میرے جگر میں جابجا

باغ کی گل گشت کا گر ذوق ہے لے سرو قد
آرسی لے، دیکھ صورت سیرِ گلشن کو نہ جا

قطرۂ شبنم نہیں شرمندگی کا ہے عرق
دیکھ تجھ چہرے کی خوبی پھول گلشن میں لجا

بوالہوس کا کام نہیں ہے عشق کا دعویٰ سراجؔ
عشق کی لذت اسے ہے جس نے عالم کو تجا

میرے جگر کے درد کا چارا کب آئے گا
یک بار ہو گیا ہے دوبارا کب آئے گا

بتلی ہماری نین کے جھروکے میں بیٹھ کر
بے کل ہو جھانکتی ہے پیارا کب آئے گا

ہے شاد اپنے پھول سیں ہر بلبل اے سراجؔ
دو یارِ نو بہار ہمارا کب آئے گا

گر آرزو ہے تجکوں تالاب کا تماشا
کشتی میں چشم کی آ، دیکھ آب کا تماشا

ہر شب ترا تصور آرامِ جان و دل ہے
انکھوں کوں خوش لگے ہے جیوں خواب کا تماشا

ہر قطرۂ اشک میں ہے ظاہر پیو کی صورت
پانی میں جیوں عیاں ہے مہتاب کا تماشا

تجھ ہجر کی اگن میں ہے اب سراجؔ بیکل
آتش میں دیکھ آکر، سیماب کا تماشا

بس کہ دل ہجر کی آتش ستی بے تاب ہوا
اشک آنکھوں ستی فوارۂ سیماب ہوا

دیکھ کر چشم گہرریز مری کی بارش
ابرِ نیساں عرقِ شرم میں گل آب ہوا

صورت خواب سیں بیزار ہے تصویر مثال
جو ترے ہجر میں جیوں آئینہ بے خواب ہوا

جاں پہ جی نثار ہوا کیا بجا ہوا
اس راہ میں غبار ہوا کیا بجا ہوا
مدت سے راز عشق مرے پہ عیاں نہ تھا
یہ بھید آشکار ہوا کیا بجا ہوا
تل نے کھلے ہیں داغ کے گل دل کے باغ میں
پھر موسم بہار ہوا کیا بجا ہوا
کشور میں دل کے تھا عمل صوبہ دار عیش
اب غم کا اختیار ہوا کیا بجا ہوا

اس پھول سے چہرے کوں جو کوئی یاد کرے گا
ہر آن میں سو سو چمن ایجاد کرے گا
ہے بسمل شمشیر نگہ ذوق سیں اپنے
دل حشر میں کس منہ ستی فریاد کرے گا
جلتا ہے سراج آتش ہجراں میں صنم کی
کس دن دل غمگیں کوں مرے شاد کرے گا

کیا خوب ہوا، آج کہ دو مو کمر آیا
تھا جس کے بنا شور وو ہی لب شکر آیا
رونے میں تجھے دیکھ کے حیران ہوا ہوں
کیا وجہ کہ اس ابر میں سورج نظر آیا
مے خانۂ وحدت کا جو کوئی جام پیا ہے
آرام کے کوچے سے نکل بے خبر آیا
تھا ذوق سراج آتش دیدار میں جلنا
صد شکر کہ پروانے کا مقصود بر آیا

کل سیں بے کل ہے مرا جی یار کوں دیکھا نہ تھا
کیوں نہ ہووے بیتاب دل، دلدار کوں دیکھا نہ تھا
ہے بجا گر ہووے غزل خواں مثل بلبل دل مرا
نو بہار گلشن دیدار کوں دیکھا نہ تھا
دیکھ اشک گرم کوں میرے کہا اس نے سراج
میں کبھی اس ابر آتش بار کوں دیکھا نہ تھا

چراغ مرسیں روشن تر ہے حسن بے مثال اس کا
کہ جو تجھ چہرۂ پر خورشید ہے عکس جمال اس کا

جدا جب سیں ہوا وو دلبرِ جادو نظر مجھ سیں　　جدا ہوتا نہیں یک آن خاطر سیں خیال اس کا
گرفتارِ ہوس کیا لذتِ دیدار کوں پاوے　　جدا جو کوئی ہوا ہے آپ سیں پایا وصال اس کا
سراج اے شعلہ رو ہے کون سا سو میں نہیں واقف　　مجھے کیا پوچھتا ہے پوچھ پروانے سیں حال اس کا

مت کرو شمع کوں بدنام جلاتی وو نہیں　　آپ سیں شوق پتنگوں کوں ہے جل جانے کا
شعلہ رو جام بکف بزم میں آتا ہے سراج　　گردنِ شمع کو کیا باک ہے ڈھل جانے کا

جو دیکھے اس کے کاکل کا تماشا　　نہ دیکھے پھر وو سنبل کا تماشا
ہوا ہے جان بوجھ انجان مجھ سیں　　توں دیکھ اس کے تغافل کا تماشا
جو دیکھے یک نظر بلبل ترا رخ　　نہ آوے خوش اسے گل کا تماشا
نہیں ہے اور خوباں میں جہاں کے　　ترے ناز و تحمل کا تماشا
سراج اس چشم کا مائل جو کوئی ہے　　نہ دیکھے شیشۂ مل کا تماشا

جو کچھ کہ تم سیں مجھے بولناں تھا بول چکا　　بیانِ عشق کے طومار کوں میں کھول چکا
ازل سیں مجھ کوں دیا دردِ صانعِ تقدیر　　مرے نصیب کے شربت میں زہر گھول چکا
جنوں کے شہر میں نہیں کم عیار کوں حرمت　　میں نقدِ قلب کوں کانٹے میں دل کے تول چکا
مجھے خرید کیے تم نے کم نگاہی سیں　　کمینہ بندۂ بے زر کا آج مول چکا
نہیں رہا سخنِ آب دار کا موتی　　سراج طبع کے سب جوہروں کوں رول چکا

ہوا ہوں ان دنوں مائل کسی کا　　نہ تھا میں اس قدر گھائل کسی کا
دیوانے دل کوں سمجھاتا ہوں لیکن　　کہاں لگ ہوئے کوئی حائل کسی کا

خم گیسو سیں اپنے تو گرہ کھول — کھلے تا عقدۂ مشکل کسی کا
کیا یک وار میں کئی دل کی پھانکیں — لگا ہے ہات کیا کامل کسی کا
حنا سیں تم نے نہیں باندھے ہو مٹھی — لئے ہو ہات شاید دل کسی کا
گلی میں جس کی شورِ کربلا ہے — سلونا شوخ ہے قاتل کسی کا
کہو اس لالۂ گلزارِ جاں کوں — کبھی تو دیکھ داغِ دل کسی کا
سراج اب سوزِ دل میرا دو جانے — جو ہے پروانۂ محفل کسی کا

جو برہ کا وار کھا بسمل ہوا — تشنۂ زخمِ کفِ قاتل ہوا
مصرعۂ ابرو کسی کا یاد کر — رفتہ رفتہ ماہِ نو کامل ہوا
جب ہوا جل کر جگر سب کیمیا — نقدِ خالص عشق کا حاصل ہوا

تری نگاہِ تلطف نے فیض عام کیا — خرد کے شہر کے سب وحشیوں کوں رام کیا
ترے سلام کے دھج دیکھ کر مرے دل نے — شتاب آ کر مجھے رخصتی سلام کیا
مجھے نگاہِ تغافل رقیب پر الطاف — ادائے مصلحت آمیز نے غلام کیا
اے آفتاب تری ظلمتِ جدائی میں — سراج آہِ سحر کوں چراغِ شام کیا

ہماری آنکھوں کی پتلیوں میں ترا مبارک مقام ہے گا
پلک کے پٹ ہم نے کھول دیکھے تو عین ماہِ تمام ہے گا
اے شرابِ خرد کے کیفی نہ کر توں دعوائے پختہ مغزی
مئے محبت کا جام پی توں کہ اب تلک ظرف خام ہے گا

سراج اس شعلہ رو سیں ہرگز گلہ روا نہیں ہے عاشقوں کوں
تمام جلتی ہے شمع ہر شب عبث پتنگوں کا نام ہے گا

ہوا ہے حلقہ بگوش اس کا طوق قمری سیں — کیا ہے سرو نے دعوئ غلام ہونے کا
نگین دل پہ جسے نقش خاکساری ہے — کہاں ہے ذوق اسے اپنے نام ہونے کا
بیان عشق کی بیہودہ گفتگو مت کر — نہیں سراج یہ قصہ تمام ہونے کا

تجھ زلف کی شکن ہے مانندِ دام گویا — یا صبح پر ہماری آئی ہے شام گویا
ٹک ماہِ نو کی جانب اے ماہ رو نظر کر — خم ہو تری بھنوں کوں کرتا سلام گویا
شعرِ سراج از بس عالم میں ہیں زباں زد — دیوان کی زمیں ہے دیوانِ عام گویا

ہمارا دلبرِ گل فام آیا — قرارِ جان بے آرام آیا
شتابی ہوش کوں سر سیں بدر کر — جنوں کا مجھ طرف پیغام آیا
بلا ہے تجھ نگہ کی سیف کا وار — دلِ بے تاب آخر کام آیا
سراج آنے میں اس جادو نظر کے — شکیب و طاقت و آرام آیا

دن بدن اب لطف تیرا ہم پہ کم ہونے لگا — یا تو تھا ویسا کرم یا یہ ستم ہونے لگا
سچ کہو تقصیر کیا ہے عاشقِ مظلوم کی — نیمچا ترچھی نگہ کا کیوں علم ہونے لگا
تجھ کوں اے آہو نگہ کس نے سکھایا یہ طرح — یا تو تھا اوروں سیں رم یا ہم سے رم ہونے لگا

شکر اللہ ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا — شیوۂ جور و ستم فی الجملہ کم ہونے لگا

کیا مگر قمری نے تجھ قد کی صفت جا کر کہی ... باغ میں شرمندگی سیں سرو خم ہونے لگا
صلح کا پیغام بھیجا اب غنیمِ ہجر نے ... لشکرِ غم ہر طرف سب یک قلم ہونے لگا
جب گیا توں سیر کوں بے خود ہوئے اہلِ چمن ... سب طرف سیں سجدۂ نقشِ قدم ہونے لگا

غم کی جب سوزش سیں محرم ہوئے گا ... چشمۂ خورشید شبنم ہوئے گا
کفر و ایماں دو ندی ہیں عشق کیں ... آخرش دونو کا سنگم ہوئے گا
گر کرے احوالِ شبنم پر نظر ... رتبۂ خورشید کیا کم ہوئے گا
کعبہ کوں بے صنم میں اے سراج ... اشک میرا آبِ زمزم ہوئے گا

گل ترے رشک سیں دو نیم ہوا ... بسملِ خنجرِ نسیم ہوا
خلوتِ ہجر میں تری مجھ کوں ... ہم نشیں دردِ غم ندیم ہوا
تجھ جدائی میں طفلِ اشک سراج ... ناز پرور جو تھا یتیم ہوا

تیرے آنے میں مرے ہوش نے تعظیم کیا ... یک بیک عشق کے آداب کوں تقدیم کیا
دیکھ کر نازو تجمل کوں ترے قامت کے ... صحنِ گلزار میں ہر سرو نے تسلیم کیا
ایک پل چین نہیں تیری گلی بن اس کوں ... اشک کے طفل کوں ہر چند میں تعلیم کیا
اپنی قسمت کے غم و عیش میں شاکر ہوں سراج ... جو منجم نے ازل کے مری تقویم کیا

ہمدرد نہیں کوئی مرے اس دردِ نہاں کا ... کس پاس کہوں جا کر بیاں آہ و فغاں کا
جو داغ ہوا تازہ، گلِ باغِ محبت ... ہرگز اسے وسواس نہیں بادِ خزاں کا

جس پھول نے ترے سیں کیا دعویٔ بہار
وہ پائمال آفت بادِ خزاں ہوا
ہر صفحہ اس کے حسن کی تعریف کے طفیل
گلشن ہوا بہار ہوا بوستاں ہوا

بجا ہے بلبل و قمری جو نغمہ خواں آیا
کہ یار گل بدن و سرو نوجواں آیا
نپٹ عجب میں ہوں سورج کدھر کوں نکلا ہے
وہ مہرِ ماہ رخ و ماہِ مہرباں آیا
بدن خوشی سیں سماتا نہیں ہے جامے میں
کہ راحتِ دل و آرام بخش جاں آیا
ہر ایک مرغِ چمن نے نثار کرنے کوں
چمن سیں لے کے طبق گل کا زرفشاں آیا
اگرچہ وصل میں ہوں نیم ہجر باقی ہے
قرار خاطرِ بے صبر کوں کہاں آیا
مری زبان خموشی کوں جو سمجھتا ہے
سراج آج وہی یارِ رمزداں آیا

زلف جمعیت دل کیوں کہ لگے ہاتھ اسے
سلسلہ میں جو محبت کے پریشاں نہ ہوا
یار آتا ہے مرے قتل پہ اور میں ہوں خجل
حیف اس وقت پہ مرا دلِ بے جاں نہ ہوا
صحنِ گل زار میں کیا کام ہے صحرائی کا
جائے گل حیف یہاں خارِ بیاباں نہ ہوا

رشتے میں تری زلف کے ہے جان ہمارا
بے جا نہیں سنبل کے اوپر مان ہمارا
سرمایۂ آشفتہ دلی جمع ہوا ہے
آ دیکھ صنم حالِ پریشان ہمارا
جیوں صورتِ دیوار ہوا محوِ تمنا
مشتاق ترا ہے دلِ حیران ہمارا
اے جانِ سراج ایک غزل درد کی سن جا
مجموعۂ احوال ہے دیوان ہمارا

ہمارے پاس جاناں آن پہنچا
دلِ بے جان کوں اب جان پہنچا
مے و جام و گل و مطرب ہے موجود
بہارِ وصل کا سامان پہنچا

دلِ مفلس نے پایا وصل کا گنج — بھکاری کوں درس کا دان پہنچا
سراج اب گھر ترا روشن ہوا ہے — مگر وو شمع رو مہمان پہنچا

تصور تجھ بھواں کا اے صنم سمرن ہوا من کا
سدا دیول کی پوجا کام ہے ہر یک برہمن کا
ہوا ہے سرنگوں ہر سرو تجھ قد کی خجالت سیں
گھٹایا حسنِ روز افزوں نے تیرے مان گلشن کا
کیا ہے حق نے تجھ کوں بادشاہِ کشورِ خوبی
غریبوں کی صدا کوں مان لے دے دان درشن کا
بجا ہے گر مرا رتبہ سر پہ عرش پہ ہوے
عنایت دل سیں خاکِ راہ ہوں پیتم کے دامن کا
عجب آتا ہے مجھ کوں خوب رویاں کے تغافل پہ
اگرچہ دوست ہیں کرتے ہیں لیکن کام دشمن کا

رشتے سیں موج گل کی ہوائے بہار میں
سب بلبلوں کا چاک گریباں رفو ہوا

جس نے تجھ حسن پر نگاہ کیا — نور خورشید فرشِ راہ کیا
مشقِ غفلت سے تیرہ باطن نے — صفحۂ زندگی سیاہ کیا

ہمارا خون ناحق نہیں ہوا ضائع ارے قاتل
زمیں سے گل ہو نکلا آسماں پر ہو شفق پھیلا
شرابِ صاف دے تا صاف ہو ساقی غبارِ غم
ہمارا دل نپٹ گردِ کدورت سے ہے اب میلا

بھول جا حرف بے وفائی کا ۔۔۔ یاد کر علم آشنائی کا
دور آیا ہے چشم ساقی کا ۔۔۔ دختر اب کب ہے پارسائی کا
بھیک منگنے تمہارے ابرو پاس ۔۔۔ ماہِ نو جام ہے گدائی کا

جس کوں ہے ذوق مے ساغرِ مدہوشی کا ۔۔۔ ہے اسے شغل تری چشم سیں مے نوشی کا
ماتمِ حالِ پریشاں سیں مرے اے ظالم ۔۔۔ زلف تیری نے لیا رسم سیہ پوشی کا
لائقِ پیرہنِ فقر ہیں آئینہ دلاں ۔۔۔ تیرہ دل کب ہے سزاوار نمد پوشی کا

جو ترے غم کی تمنا نہ کیا ۔۔۔ ابدی عیش کا سودا نہ کیا
اپنی آنکھوں سیں جو پنہاں نہ ہوا ۔۔۔ اس نے کچھ عمر میں پیدا نہ کیا
میں کیا دل کوں گلِ داغ سیں باغ ۔۔۔ یار نے عزمِ تماشا نہ کیا
جل گیا شوق کے شعلوں میں سراج ۔۔۔ اپنی دانست میں بے جا نہ کیا

صنم کی تیغ پر سیرِ گلستانِ شہادت ہے ۔۔۔ جو کوئی یہاں سرسیتی چلتا نہیں اس نے قدم بھولا
نہیں اٹکا ترے دامِ نگہ میں کون سا وحشی ۔۔۔ تری آنکھوں کی وحشت دیکھ کر آہو نے رم بھولا

اگر وہ شوخ کی خاک قدم کوں پاؤں گا — بجائے سرمہ اسے آنکھ میں لگاؤں گا
اگر بہشت میں مجھ کوں صدا کرے رضواں — تری گلی سے دمِ حشر لگ نہ جاؤں گا
سنوں گر اس لبِ شیریں سیں دلدہی کی صدا — ہزار نوبتِ کیخسروی بجاؤں گا
ہماری بات محبت سیں تم جو گوش کرو — تو اپنی پیم کہانی تمہیں سناؤں گا

میں نہ جانا تھا کہ تو یوں بے وفا ہو جائے گا — آشنا ہو اس قدر نا آشنا ہو جائے گا
میں سنا ہوں تجھ لبوں کا نام ہے حاجت روا — یک تبسم کر کہ میرا مدعا ہو جائے گا

اے دلِ بے ادب اس یار کی سوگند نہ کھا
توں ہر ایک بات میں دل دار کی سوگند نہ کھا
روح چندر بدن اے بوالہوس آزردہ نہ کر
خوب نہیں تربتِ مہیار کی سوگند نہ کھا
یہ ادا سرو میں زنہار نہیں اے قمری
یار کے قامت و رفتار کی سوگند نہ کھا
اپنی آنکھوں کی قسم کھا، کہ لیا نہیں میں نے
جان لے کر دلِ بیمار کی سوگند نہ کھا
پیچ دے دے کے مرے دل کوں پریشاں تو کیا
ناحق اس زلفِ گرہ دار کی سوگند نہ کھا
تاب اس رخ کی تجلی کی نہیں تجھ کوں سراج
توں عبث شعلۂ دیدار کی سوگند نہ کھا

زلف دکھلا کے دل لپیٹ لیا — اب پریشاں ہے حال مجلس کا
تم نے پائے ہو حسن کی دولت — پوچھتے کب ہو حال مفلس کا
بے کسی مجھ سیں آشنا ہے سراج — نہیں تو عالم میں کون ہے کس کا

فصلِ گل کا غمِ دلِ ناشاد پر باقی رہا — حشر تک یہ مظلمہ صیاد پر باقی رہا
رہ گئے ذوقِ تبسم میں تغافل کے شہید — بسملوں کا خوں بہا جلاد پر باقی رہا
الفتِ لیلیٰ نے مجنوں کا مٹایا سب نشاں — نام اس کا صفحۂ ایجاد پر باقی رہا

نین کی پتلی میں اے سریجن ترا مبارک مقام دستا
پلک کے پٹ کھول کر جو دیکھوں تو مجھ کوں ماہ تمام دستا
پری کی مجلس میں تجھ کوں زاہد ہنوز پر دانگی نہیں ہے
مے محبت کوں نوش کر توں کہ اب تلک مجھ کوں خام دستا
وو شکریں لب نے گوشِ دل سیں تمام سن کر یو ریختہ کوں
کہا دو میٹھے بچن سیں مجھ کوں سراجِ شیریں کلام دستا

تجھ مثل اے سراج بعدِ ولی — کوئی صاحب سخن نہیں دیکھا

شوق کی مجلس میں از بس یاد ہے تجھ زلف کی
پیچ و تاب حلقۂ زنجیر ہے موجِ شراب
اے دل و جانِ سراج آ رحم کر عشاق پر
اب نہیں ہے تن میں طاقت دل میں تاب آنکھوں میں خواب

فیضِ صنم سیں چشمِ گریاں کا مری جاری ہے کام
فردِ دامن پر لکھا ہوں اپنے آنسو کا حساب

خونِ دل آنسوؤں میں صرف ہوا
گر گئی یہ کھپری گلابی سب
گل کی مانند مت پریشاں ہو
بند کر مثلِ غنچہ اپنے لب
شمع و پروانہ سیں سنا ہے سراجؔ
صدقِ دل سیں ادب ہے ترکِ ادب

ترے فراق میں اے نورِ دیدۂ یعقوب
کیا ہے دل کی زلیخا نے صبر جیوں ایوب
صنم کی زلفِ پریشاں نے پیچ کھایا ہے
ہمارے حالِ پریشاں کا دیکھ کر اسلوب
اثر ہے دردِ جگر کا مرے سخن میں سراجؔ
عجب نہیں ہے اگر ہووے یار کوں مرغوب

ہوا ہے خطِ جبیں جس کوں خطِ جامِ شراب
نگینِ دل پہ کیا نقش اس نے نامِ شراب
نہیں ہے حرمتِ مے کی خبر تجھے زاہد
کہ مے کشوں کوں ہے معلوم احترامِ شراب
ہر ایک سرو ہے شیشہ ہر ایک گل ساغر
دیا بہار نے فتویٰ نہ اذنِ عامِ شراب
نیاز عالمِ مستی میں نہیں غرورِ نماز
شکستِ موج ہے طرزِ خمِ سلامِ شراب
ترے سخن میں اے ناصح نہیں ہے کیفیت
زبانِ قلقلِ مینا سیں سن کلامِ شراب
ہے عکسِ چہرۂ خورشید رو پیالے میں
سراجؔ جلوہ نما ہے مہِ تمامِ شراب

روشن دلوں کو عجز ہے نامِ آفرینِ آب
حرفِ شکستِ موج ہے نقشِ نگینِ آب
نازک دلی ہے لازمۂ صاف طینتی
ظاہر ہے شکلِ موج سیں چینِ جبینِ آب

تجھ مکھ کوں دیکھ جب سیتی رسوا ہوا گلاب
ہے بے وقار تب سیں ہر یک جا بجا گلاب
بلبل ہے بس کہ شیفتۂ حسنِ گل رخاں
کرتا ہے چاک غم سیں اسی کے قبا گلاب

ادائے دل فریب سرو قامت
قیامت ہے قیامت ہے قیامت
شہیدِ خنجرِ الفت موا نہیں
سلامت ہے سلامت ہے سلامت
نہ کرناں جی کوں قرباں تجھ قدم پر
ندامت ہے ندامت ہے ندامت

جب سیں دیکھا ہوں یار کی صورت
گل کوں بوجھا ہوں خار کی صورت
کاغذِ ابر پر لکھا ہے سراج
دیدۂ اشک بار کی صورت

دیکھتا ہوں چشمِ مے گوں کوں تری خونخوار نت
نشۂ خوں ریزیٔ عاشق سیں ہیں سرشار نت
مجھ کوں جیوں فرہاد اس شیریں دہن کی یاد ہے
فقت چندر بدن ہے ، ہیکل مہیار نت

یک رنگ ہو گل چمن صلح و جنگ ہوت
رعنا مزاج، شوخ عجائب دو رنگ ہوت
انکھیں مری سفید ہیں رونے سیں رنگ زرد
کاکل سیاہ، سبز قبا، سرخ رنگ ہوت
ہم بےکسوں کوں شعلۂ حسرت میں مت جلا
اے برقِ نازِ خرمنِ ناموس و ننگ ہوت

گردشِ نرگسِ ساقی کی صفت مجھ سیں پوچھ
خوشنما ہے لبِ جمشید ستی جام کی بات
وصل کے دن شبِ ہجراں کی حقیقت مت پوچھ
بھول جاتی ہے مجھے صبح کوں پھر شام کی بات
اے سراج آتشِ غیرت ستی جل جاوے گی
تو نہ کہہ شمع سیں پروانۂ خودکام کی بات

کہاں جاتے ہو اے بادِ وطن ہوت
ہماری بات سن اے من ہرن ہوت
کہو مجنوں کوں بول احوال اپناں
کہ ہم بھی بے وطن ہیں بے وطن ہوت

اے سروِ گلستاں ادا راست ہے یہ بات
ہے پست ترے قد ستی بالائے قیامت

کہاں ہے وہ سجن ہیہات ہیہات
لیا ہے جس نے من ہیہات ہیہات
سراج اس عالمِ ناقدرداں میں
نہیں قدرِ سخن ہیہات ہیہات

مت کرو ہم سیں زرگری کی طرح
یہ نہیں بندہ پروری کی طرح
دل لے جاتے ہو اک تبسم میں
خوب سیکھے ہو دلبری کی طرح

خاک ہوں اعتبار کی سوگند
مضطرب ہوں قرار کی سوگند
مثلِ آئینہ پاک بازی میں
صاف دل ہوں غبار کی سوگند
حوضِ کوثر سیں پیاس بجھتی نہیں
اوس لبِ آب دار کی سوگند
معتبر نہیں جمالِ ظاہر کا
گردشِ روزگار کی سوگند
زندگی اے سراج ماتم ہے
مجھ کوں شمعِ مزار کی سوگند

مجھ سیں تجھ عشق نے لیا یک بار
طاقت و عقل و صبر و ہوش و قرار
پردۂ چشمِ دل اگر وا ہووے
مظہرِ دوست ہے در و دیوار
شوخ آئینہ رو کے دیکھے بن
ہو گیا ہے سراج جل کے غبار

ترے لبکے ہیں وعدے سب خلاف اے نازنیں اکثر
کہ جیوں بر عکس ہوتا ہے خطِ روئے نگیں اکثر
توقع لطف کی کس سیں رکھیں عشاقِ غم دیدہ
عتاب آلودہ رہتا ہے صنم چیں بر جبیں اکثر

اے آفتابِ زہرہ جبیں عاشقوں کا دل
تجھ زلف نے کیا ہے پریشاں ہزار بار
تیرے لبوں کی دیکھ کے سرخی کوں اے صنم
قرباں ہوا ہے لعلِ بدخشاں ہزار بار
آئینہ گرچہ صاف ہے اے صبحِ عاشقاں
تجھ کوں ہوا ہے دیکھ پشیماں ہزار بار

یہاں تلک ہے دو زلف دراز عنبر بیز
کہ ہوئی ہے خاک صنم کے قدم کی مشک آمیز
مثالِ شیشہ کروں کیوں نہ سجدہ ساقی کوں
شرابِ شوق ستی جامِ دل کیا لبریز

حیرت کے مقامات میں قانونِ نوا نہیں
ہے سازِ خموشی لبِ تصویر کی آواز

ہے مری ہر ہر پلک میں جلوہ گر خونِ جگر
دیکھ دریا کے کنارے پر چراغاں ہے ہنوز
یاد میں تیرے عقیقِ لب کی اے کانِ حیا
اشک چشمِ خوں فشاں لعلِ بدخشاں ہے ہنوز

ہر طرف باغ میں ہے گرچہ نمایاں نرگس | تیری آنکھوں کے مقابل ہے پشیماں نرگس
شرم سیں دیدۂ مخمور پری رویوں کے | آب شبنم سیں ہوئی ہے عرق افشاں نرگس
انتظارِ چمنِ وصل میں اے آئینہ رو | مثل تصویر ہوئی باغ میں حیراں نرگس
مست و مدہوش ہے گلزار میں مانند سراج | بس کہ ہے شیفتۂ نرگسِ جاناں نرگس

تیرے دو ابرو ہمسر کوں دیکھ حیراں ہوں | سنا نہیں ہوں کہیں دو ہلال دوش بدوش
کمندِ عقل سیں آزاد ہے مثالِ سراج | جو اس کی زلف کے زنار کا ہے حلقہ بگوش

بس ہے غبارِ راہ لباسِ شہنشہی | سلطان بے خودی کوں تجمل سوں کیا غرض
جام مۓ الست سیں بے خود ہوں اے سراج | دورِ شراب و شیشۂ پر گل سیں کیا غرض

دو زلف ہے تو حرف تتار و ختن غلط | اس لب کے ہوتے نام عقیقِ یمن غلط
آیا ہے جب سیں باغ طرف وو کتاب رو | تب سیں ہوا ہے صفحۂ برگِ سمن غلط
روشن ہے اے سراج کہ فانی ہے سب جہاں | مطرب غلط ہے جام غلط انجمن غلط

تجھ رخ کی تاب دیکھ ہوئی بے قرار شمع | جلتی ہے بزم عشق میں پروانہ وار شمع
ہیں شمع رو کی یاد میں آنسو شرر فشاں | فانوس چشم زار میں ہیں بے شمار شمع

بے جا نہیں اگر وو کرے سیرِ باغ داغ | پایا ہے جس نے کوچۂ دل میں سراغ داغ
مانند لالہ گلشنِ رنگین عشق میں | تا روزِ حشر مجھ کوں نہ ہووے فراغِ داغ
دیکھا ہوں بس کہ گردشِ چشم پری رخاں | لبریز ہے شراب جنوں سیں ایاغ داغ

اس لالہ رو کے ہجر کی آتش میں اے سراج ‏ روشن کیا ہوں شعلۂ غم سیں چراغِ داغ

دیکھا ہے جس نے یار کے رخسار کی طرف ‏ ہرگز نہ جاوے سیر کوں گلزار کی طرف
آئینۂ دل کی چشم میں نورِ جمالِ دوست ‏ روشن ہوا ہے ہر در و دیوار کی طرف
کیا پوچھتے ہو تم کہ ترا دل کدھر گیا ‏ دل کا مکاں کہاں؟ یہی دلدار کی طرف

ہر ادا ظالم کی پیاری ہے، تکلف برطرف ‏ کام میرا جاں نثاری ہے، تکلف برطرف
داغِ دل ہرگز قیامت لگ نہیں ہونے کا صاف ‏ عاشقی کی یادگاری ہے، تکلف برطرف
نقشۂ غم گر لکھا تجھ کوں تو برجا ہے سراج ‏ عالمِ بے اختیاری ہے، تکلف برطرف

موہن ہوا ہے سبز برن سر سیں پاؤں لگ
دستا ہے مجھ کوں سروِ چمن سر سیں پاؤں لگ
مہتاب رو کوں دیکھ کے میں زندہ دل ہوا
بھڑکی ہے تجھ برہ کی اگن سر سیں پاؤں لگ
ہو کال پر گھٹا ہے مرے دل پہ غم سراج
اس چاند کوں لگا ہے گہن سر سوں پاؤں لگ

زہر کا گھونٹ ہے یہ شربتِ خونابۂ دل ‏ ہے بلانوش کا کام اہلِ ہوس کوں مشکل
بھیک دے کاسۂ سر ہات لیے پھرتا ہوں ‏ آستانے پہ ترے شوق کے ہو کر سائل
یار و اغیار کی صورت سیں ہوا ہے بیزار ‏ مے یک رنگیٔ وحدت جو پیا یار سیں مل
چشمِ عبرت سیں تماشائے جہاں کرتا ہوں ‏ خاک در خاک ہے یہ انجمنِ گل در گل

بات کر دل ستی حجاب نکال
غنچۂ لب ستی گلاب نکال

مستیٔ عشق گر تجھے ہے سر آج
شیشۂ چشم سیں شراب نکال

ہے تجہ آنکھوں کے گرفتاروں میں دل
کیوں نہ ہوے مشہور بیماروں میں دل

ان بہنوں کے زخم کی لایا ہے تاب
خوب جا سہلا ہے تلواروں میں دل

بجہ پریشاں کی طرف پھر کیوں کر آئے
ہے ترے گیسو کی مہکاروں میں دل

اس کے کوچے میں لجا کر جی لیا
ایک ہے عالم کے عیاروں میں دل

گل بدن شاید نظر آوے سراج
رات دن پھرتا ہے بازاروں میں دل

تجہ رخ کا رنگ دیکھ خجل ہے چمن میں گل
جلتا ہے سوزِ رشک سیں ہر پھول بن میں گل

وو شوخ گلعذار ہوا جب سیں جلوہ گر
ہے بے وقار تب سیں ہر ایک انجمن میں گل

ہے عندلیبِ دل کوں وو گل رو کی آرزو
ظاہر ہے جس کی زلف کی ہر ہر شکن میں گل

اے باغِ حیا دل کی گرہ کھول سخن بول
تنگی ہے مرے حال پر اے غنچہ دہن بول

اے آہ سنا اس کوں مرے حال کی عرضی
تجہ زلف کے پیچوں نے دیا مجہ کوں شکن بول

مدت ستی پروانہ توں ہمدرد مرا ہے
اس شمع سیں تیری جو لگی آج لگن بول
خاموش نہ ہو سوزِ سراج آج کی شب پوچھ
بھڑکی ہے مرے دل میں ترے غم کی اگن بول

شعرِ رنگیں نے غزالوں کوں کیا صیدِ سراج
رشتۂ دام ہے، تارِ نگہ، دامِ خیال

صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم
کہ اصل ہستیِ نابود ہے عدم کا عدم
اسی جہان میں گویا مجھے بہشت ملی
اگر رکھو گے مرے پر یہی کرم کا کرم
ابھی تو تم نے کیے تھے ہماری جاں بخشی
پھر ایک دم میں وہی کھینچا علم کا علم

کون کہتا ہے جفا کرتے ہو تم
شرطِ معشوقی وفا کرتے ہو تم
مسکرا کر موڑ لیتے ہو بھویں
خوب ادا کا حق ادا کرتے ہو تم
ہم شہیدوں پر ستم جیتے رہو
خوب کرتے ہو بجا کرتے ہو تم
پیستے ہو دل کوں جیوں برگِ حنا
ہات خوں آلودہ کیا کرتے ہو تم
خاک کرتے ہو جلا جانِ سراج
اور کچھو کیا کیمیا کرتے ہو تم

ہر ایک کی آنکھ میں محبوب ہو تم
عجب ہو زور کچھ ہو خوب ہو تم
جلو مثلِ سراج آتش میں غم کی
جو پروانے طرف منسوب ہو تم

کھینچتا ہوں آہ کا مد اشکِ حسرت کی قسم
دل مرا بیتاب ہے شورِ قیامت کی قسم
عاشقوں کا لختِ دل برگِ گل بے خار ہے
پھول پر مت پانو رکھ تجھ کوں نزاکت کی قسم
کیا بلا ہے انتظارِ جلوۂ آئینہ رو
تھم گئیں آنکھیں مری تصویرِ حیرت کی قسم
شوق کے شعلہ سیں روشن ہے چراغِ دل سراج
ہر پرِ پروانۂ بزمِ محبت کی قسم

کافر ہوا ہوں رشتۂ زنار کی قسم
تجھ زلف حلقہ دار کے ہر تار کی قسم

گر نہیں تجھ کوں خیالِ گل بدن
چاک کیوں کرتا ہے اے گل، پیرہن
جی دیا ہوں یادِ چشمِ یار میں
برگِ نرگس سیں کرو میرا کفن
خوش ہے فرشِ خارِ کوئے یار کا
کیا کروں گا بسترِ برگِ سمن
اے سراج اس شمع رو سیں جا کے بول
ہے جگر میں آتشِ غم شعلہ زن

مری تلخیٔ نزع کی ہیں دوائیں
تمہارے تبسم کی میٹھی ادائیں
اے غنچۂ ہر صبح اس خوش دہن سیں
مناسب نہیں خندہ پن کی صدائیں

اگن میں ہجر کی جلتا ہوں میں سدا جاناں
زلالِ وصل سیں یہ آگ آ بجھا جاناں
چھپا نہیں ہے کہیں آفتاب پردے میں
عبث نقاب میں چہرے کوں مت چھپا جاناں
اٹھے ہیں عاشقِ بے دل کے قتل کرنے کوں
ترے دو ابروئے خوں ریز کوں سکھا جاناں

مرا دل نہیں ہے مرے ہات تم بن
خوش آتی نہیں کسی کی بات تم بن

گھٹا، غم، اشک، پانی، آہ، بجلی — برستا ہے عجب برسات تم بن
سراجؔ از بس کہ ہے بے تاب دیدار — اچھے ہے زندگی سکرات تم بن

مرا دل آ گیا جھٹ پٹ جھپٹ میں — ہوا لٹ پٹ لپٹ زلفوں کی لٹ میں
نمایاں ہے وو نورِ چشمِ مردم — پلک کی پٹ میں پتلی کی اولٹ میں
ہر اِک ناقوس میں آتی ہے آواز — کہ ہے پر گھٹ وو ہر ہر اِک کے گھٹ میں
سراجؔ اس شمع رو بن جل گیا ہے — نپٹ حسرت کے شعلوں کی لپٹ میں

لیا ہے نقدِ جانِ بلبلاں یعنی خراج اپناں
چلایا خسروِ گل نے اسی رنگوں رواج اپناں
ارے غم صبح آنے کی خبر ہے سرو قامت کے
قیامت کل کوں آتی ہے عمل کر لے تو آج اپناں
لگا کر راکھ جوگن ہوئی ہے قمری باغ کوں تج کر
مگر کوئی سروِ قد کے واسطے چھوڑے ہے راج اپناں
وو ظالم مجھ کوں جلتا دیکھ اتنا بھی نہیں کہتا
کہ کیا ثابت قدم ہے کیوں نہ دے آخر سراجؔ اپناں

کیا تبسم، کیا ادا، کیا ناز، کیا انداز سیں — یاد ہیں اس شوخ کوں کئی طرز کی استادیاں
طاق پر سیں دل کے گر جاتا ہے آئینہ سراجؔ — یاد آتی ہیں مجھے جب اوس کی طرحیں سادیاں

نہ تھا بے اختیاری کے محل میں اختیار اپناں
کروں کیا دل کے ہات آخر کوں سونپا کار و بار اپناں
نہ روئی شمع بھی حسرت سیں پروانے کی تربت پر
کہ کوئی تھا عاشق اپناں خاکسار اپناں نثار اپناں
تڑپناں تلملاناں، غم میں جلناں، خاک ہوجاناں
یہی ہے افتخار اپناں یہی ہے اعتبار اپناں

تمہاری زلف کا ہر تار موہن — ہوا میرے گلے کا ہار موہن
گلِ عارض کوں تیرے یاد کر کر — ہوا ہے دل مرا گل زار موہن
سراج آتش میں ہے تیرے فراقوں — بجھا جا مہر سیں یک بار موہن

جو کوئی حلقۂ غم سیں فراغ پاتا نہیں — یک آن فرصت گل گشتِ باغ پاتا نہیں
پھرا ہوں باس ہو بادِ صبا کے کاندھے پر — پن اس نزاکتِ خو کا دماغ پاتا نہیں
گلی میں اس کی ہوا ہوں تمام پیشانی — بغیرِ نقشِ قدم کوئی سراغ پاتا نہیں

تری نگاہ کی انیاں جگر میں سلیاں ہیں — نہ جانوں کون سے زہراب بیچ پلیاں ہیں
خیالِ غنچہ دہن میں زبس کہ جاری ہے — ہمارے اشک کی لڑ موتیے کی کلیاں ہیں

کیا قیامت ہے مرے دل کوں لبھاناں جاناں — پھر تغافل کی اگن بیچ جلاناں جاناں
تم کوں لازم ہے کرم حالِ دلِ عاشق پر — جلوۂ حسن دکھاناں نہ چھپاناں جاناں
دلِ بے تاب پہ طوفانِ بلا نازل ہے — ٹک جھلک اپنی دکھا پھر نہ دکھاناں جاناں

شوخی و ناز سیں جا تلک ہے توں پھر آتا ہے
آفت دل ہے قیامت ہے یہ آناں جاناں

صنم کی کاکلِ مشکیں کی بو ختن میں نہیں
وو چشم مست کی شوخی کی دیکھ ہرن میں نہیں
عجب ہے اس لبِ یاقوت رنگ کی لالی
برابر اس کے عقیقِ یمن یمن میں نہیں

جب سیں تجھ عشق کی گرمی کا اثر ہے من میں
تب سیں پھرتا ہوں اداسی ہو برہ کے من میں
آج کی رات مرا چاند نظر آیا ہے
چاندنی وو سی چٹکی ہے مرے آنگن میں

اول کی تم نے بھول گئے مہربانیاں
لانے لگے ہو خوب تغافل کی بانیاں
کیا ہووے گا سنو گے اگر کان دھر کے تم
گذری برہ کی رات جو مجھ پر کہانیاں
دامن تلک بھی ہائے مجھے دست رس نہیں
کیا خاک میں ملیں ہیں مری جاں فشانیاں
شاید کسی کے قتل کی ہوتی ہے مصلحت
رمزیں تری نگاہ کی سب ہم نے جانیاں
کب لگ روا رکھو گے تغافل سراج پر
اب اس قدر بھی خوب نہیں سرگرانیاں

راست بازوں میں خود نمائی نہیں
تیری ابرو سیں کج ادائی نہیں
تجھ تبسم میں جو لطافت ہے
اس قدر گل میں خوش نمائی نہیں
عاشقوں کوں نہیں ہے نام سیں کام
عشق بازی ہے میرزائی نہیں
آشنائی کا نام ہے لیکن
آشناؤں میں آشنائی نہیں
خوف کر تو سراجِ سوزاں سیں
آہ کا تیر ہے ہوائی نہیں

جیناں تڑپ تڑپ کو مرناں سسک سسک کر
فریاد، ایک جی ہے کیا کیا خرابیوں میں

ل کرو دچشم خونیں کرتے ہیں قتل عاشق   کیا اتفاق ہے گا دیکھو شرابیوں میں
پروانہ کیوں نہ ہووے اوس لب پر سراج قرباں   دو یار شمع رو ہے کیا بے حجابیوں میں

خوباں کوں روا ہے قتل عاشق   اس شہر میں رسم خوں بہا نہیں
تجھ زلف میں دل نے گم کیا راہ   اس پیچ گلی کوں انتہا نہیں
اے شمع دل سراج مجھ کوں   جلنے کے بغیر مدعا نہیں

لگے چھپنے خجل ہو جو ستارے صبح صادق کے   مگر روشن ہوا کوئی آفتاب ان مہ جبینوں میں
تری آنکھوں کی کیفیت چمن میں دیکھ کر نرگس   خجالت میں گئی ہے ڈوب شبنم کے پسینوں میں
سلیمانِ زماں ہوں لالہ رخساروں کے کشور کا   کیا ہوں نقش تیرا نام داغوں کے نگینوں میں
پسندِ خاطرِ عشاق ہے بیت اس کے ابرو کی   رکھے ہیں کوئی سینوں میں لکھے ہیں کوئی سفینوں میں
بہار آئی لباسِ نونہالاں کیوں نہ ہو رنگیں   بھرا ہے رنگ غنچوں کے گلابی آبگینوں میں

اس لب کوں کب پسند ہیں رسمی کٹوریاں
لالہ کے پھول کی ہیں جسے قہوہ خوریاں

کیا بلا کا ہے نشہ عشق کے پیمانے میں   کوئی ہوشیار نہیں عقل کے کاشانے میں
ڈوب جاتا ہے سراجی جو کہوں قصۂ درد   نیند آتی ہے مجھی کوں مرے افسانے میں
اس ادب گاہ کوں تو مسجدِ جامع مت بوجھ   شیخ بے باک نہ جا گوشۂ میخانے میں

تغافل کیا ہے جانے تم کوں ایسے یارِ جانی میں   ادھر بھی مسکرا دیکھو نگاہ مہربانی میں

کیا ہے سیرِ چمن جب سیں دو گلِ رنگیں
ہے موجِ خندۂ گل بلبلوں کوں چینِ جبیں
نہیں ہے مستِ محبت کوں احتیاجِ شراب
ضعیف رتبۂ بینش ہے چشمِ عینک میں

خدا جانے صبا نے کیا کہی غنچوں کے کانوں میں
کہ تب سیں دیکھتا ہوں عندلیبوں کو فغانوں میں
کیا ہوں سیر حسن و دل کی یک رنگی کا گلشن میں
عوض بلبل کے برگِ گل پڑے تھے آشیانوں میں

جب سیں وہ مخمورِ چشمِ نیم خواب آتا نہیں
مجلسِ عشاق میں جامِ شراب آتا نہیں

ہرگز نہیں ہے سیرِ گلستاں کی آرزو
بو گل بدن کی نیں ہے گل یاسمن منیں
ہر صبح تجھ نثار کوں اے آفتاب رو
موتی ہیں جیوں طبق میں ستارے گگن منیں
یک پل مری نگاہ سوں ہوتا نہیں جدا
پتلی ہو آبسا ہے سجن مجھ نین منیں
کہنے میں بات بیدلِ بے جاں کوں جی دیا
اعجازِ عیسوی ہے ترے ہر سخن منیں
دے مجلسِ وصال میں پروانگی مجھے
جلتا ہوں جیوں سراج برہ کی اگن منیں

بہار جوش میں ہے رشتۂ رگِ گل سیں
ہوا ہے چاک گریبانِ عندلیب رفو
برہ کی یاد ستی بجھ گیا سراج کا دل
جمال اپنا دکھا اے نگارِ آتش خو

کہو گے خوب کوئی ہے جب مرے سیں آشنا ہو گے
ملو تو خوب ہے میرے سخن کے رمز پا جاوٗ
نہایت باغ میں سرو آپ کوں خوش قد کہاتا ہے
تم اپنے اس لٹک چلنے کی چھب آکر دکھا جاوٗ
نظر ہے گر تمہیں جاں بخشی فرہاد بے جاں پر
لبِ شیریں سیں اپنے دو سخن میٹھے سنا جاوٗ
سبق کوں جو عشق کے بھولتا ہوں مکتبِ غم میں
تم اپنا درس دے کر حرفِ خاموشی بتا جاوٗ
سراج اس آرزو میں ہے کہ اپنی بادِ دامن سیں
کسی دن آ کے شمع ہوش کوں اس کی بجھا جاوٗ

بے رحم نہ ہو عاشق رسوا کی خبر لیو
گل حق نے کیا بلبلِ شیدا کی خبر لیو
پاتا نہیں گلشن میں سراغِ دلِ وحشی
ٹک کام کر دامنِ صحرا کی خبر لیو
پتھر بھی نہیں ہے شررِ شوق سیں خالی
بے تابیٔ نبضِ رگِ خارا کی خبر لیو
اکثر ہے پریشانی و جمعیتِ دل کم
دیکھو تو ستاروں میں ثریا کی خبر لیو
جلتا ہے سراج آتشِ ہجرت میں تمہاری
دل سوختۂ شعلۂ سودا کی خبر لیو

تجھے کہتا ہوں اے دل عشق کا اظہار مت کیجو
خموشی کے مکاں میں بات اور گفتار مت کیجو
محبت میں دل و جاں ہوش و طاقت سب اکارت ہے
کہو کوئی عقل کوں جا کر بڑا بستار مت کیجو
اگر خواہش ہے تجھ کوں اے سراج آزاد ہونے کی
کمندِ عقل کوں ہرگز گلے کا ہار مت کیجو

دامن سیں مجھ کوں گرد سمجھ دور مت کرو
سنگیں دلی سیں شیشۂ دل چور مت کرو

کس نے کہا ہے تم کوں کہ شہرِ خسرو تمام
ویران کر کے پھر اسے معمور مت کرو

اس چشمِ نیم خواب کا کافی ہے ایک دور
تم آرزوئے بادۂ انگور مت کرو

آئینۂ سکندری دل اگر ملے
ہرگز تلاش چینیٔ فغفور مت کرو

پنہاں رکھو جگر میں برہ آگ جیوں سراج
پوشیدہ رازِ عشق کوں مشہور مت کرو

مثالِ عکس سب کی آنکھ کے درپن کے اندر ہو
ہوا معلوم یوں ہم کوں کہ طالع کے سکندر ہو

نین راون ہیں ارجن بال پلکیں بھنوں دھنک کلم کی
ہماری دل کی دکھ نگری کے راجہ رام چندر ہو

الف کھینچ آہ کا ہر دم صدائے آد کرتے ہو
ارے میاں بے نوا دل زور بانی کے قلندر ہو

راست کہتا ہوں کہ ان کج نظروں سے مت مل
اے ادا فہم مری بات سیں دلگیر نہ ہو

یاد رکھ اے دلِ خوں گشتہ کہ جیوں تکمۂ لعل
جامہ زیبوں کے گریباں کا گلوگیر نہ ہو

اہلِ حیرت پہ نہ ہو گرم غضب جان سراج
شمعِ افروختۂ مجلسِ تصویر نہ ہو

مت مجھے مجروح تم تیغِ تغافل سیں کرو
حق میں عاشق کے کرو جو کچھ تامل سیں کرو

حسن و عشق از بس کہ ہیں یک رنگ باغِ دوستی
مو قلم تصویرِ بلبل کا رگِ گل سیں کرو

وحشیٔ دشتِ محبت ہے دلِ زار سراج
حلقۂ زنجیر اس کوں تارِ کاکل سیں کرو

دلِ پُرخوں پہ مرے حلقۂ کاکل کھینچو
گردنِ گل میں کمندِ رگِ سنبل کھینچو

زہرِ شیریں نگۂ لطف کا کافی ہے مجھے
جان لینا ہے تو مت تیغِ تغافل کھینچو

عاشقو سو خُمِ صہبا سیں تمہیں کیا ہوگا
لبِ ساقی سیں مگر ساغرِ بے مُل کھینچو

شرمِ عکسِ رخِ گل رُو سیں موتی ہے پانی	آرسی سیں ہے بجا گر عرقِ گل کھینچو
چشمِ بینا کا جو ہے شوق تو مانندِ سراج	سرمۂ اصلی گردِ پئے دُلدُل کھینچو

کوچۂ یار کی سو بار گدائی بہتر	خواہشِ سلطنتِ تختِ سلیماں نہ کرد
ہے اگر تم کوں صنم ذرّہ نوازی پہ نظر	اپنے خورشید سیں رخسار کوں پنہاں نہ کرد

ہے جب سیں اس لبِ شکر افشاں کی آرزو	تب سیں نہیں ہے لعلِ بدخشاں کی آرزو
تا ساز ہے دماغِ محبت کوں بوئے گل	ہے گل بدن کے عطرِ گریباں کی آرزو
تاجِ سکندری ہے ترا نقشِ پا مجھے	ہرگز نہیں ہے تختِ سلیماں کی آرزو

اے دوست تلطّف سیں مرے حال کوں آ دیکھ	سینے کی اگن مہر کے پانی سیں بجھا دیکھ
صادق ہوں مجھے بوالہوس اے جان توں مت جان	شمشیرِ تغافل دلِ زخمی پہ چلا دیکھ
تجھ لب کے تبسّم میں ہے اعجازِ مسیحا	اے جانِ سراج اس دلِ بےجاں کوں جلا دیکھ

اس من ہرن کی زلف شکن در شکن کوں دیکھ	ہر اک شکن میں نافۂ مشکِ ختن کوں دیکھ
یک پل میں مجھ سیں جان کے انجان ہو گیا	اس دیدہ باز شاہدِ پُر فن کے فن کوں دیکھ
بے جا نہ کر توں لاف دلیری کی اے سراج	اس تندخو کے ابروئے شمشیر زن کوں دیکھ

تب تو لگتا تھا مجھے خوب آشنائی کا مزہ	میں نہ جانتا تھا کہ یوں ہوگا جدائی کا مزہ
بھیک کے پیالے پہ قرباں تاجِ شاہی کوں کریں	پادشاہوں کوں جو ہات آوے گدائی کا مزہ

غم آہستہ روپاں رفتہ رفتہ — کیا ہے مجھ کوں حیراں رفتہ رفتہ
جگر عشاق کا داغِ جفا سوں — ہوا صحنِ گلستاں رفتہ رفتہ
زبس اس یوسفِ مصری کے ہیں لب — ہوا دل مثلِ کنعاں رفتہ رفتہ
سراج اب تو نہ ہو غمگیں کہ رحماں — کرے گا مشکل آساں رفتہ رفتہ

نہیں ہے دل میں زاہد کے صفائی — کہاں اس بوریا میں بے ریائی
ہوئے ہیں راست بازاں تجھ پہ قرباں — کماں ابرو نہ کر توں کج ادائی

دور کر دل سیں نقشِ دانائی — عاشقی میں کہاں ہے مرزائی
صبح کچھ شام کچھ مزاج تھا — خوب نہیں اس قدر بھی رعنائی
دل ہمارا ہوا سکندرِ وقت — چاک کر کر لباسِ دارائی
شعلۂ غم سیں دل جلا کے سراج — آپ سے ہنستا ہے ہو تماشائی

شرابِ جہل سیں بے خود ہیں کیا نحوی و کیا صرفی
کہ علمِ بے عمل کا جام ہے لبریزِ کم ظرفی
الف کا نقش ہے دل پر خیالِ سرو قامت سیں
ہے میری آہ کے مکتوب کا مضموں یک حرفی
سراج آنکھوں سیں میری اشکِ خونیں یوں ہوئے جاری
کہ رنگِ زعفرانی سیں عیاں ہے موجِ شنگرفی

موئے مژگاں ہیں مری چشم میں برچھی کی انی — بلکہ ہر مو ہے ترے ہجر میں ہیرے کی کنی

خار ہو آنکھ میں سلتا ہے مری برگ سمن
جب سیں دیکھا ہوں میں اس یار کی نازک بدنی

بر میں اس کے ہے عجب رنگ قبائے گل گوں
شاخِ نورستہ کوں ہے گل ستی گل پیرہنی

عنبر افشانیِ گیسوئے پری رویاں دیکھ
دلِ آشفتہ ہوا نافۂ مشکِ ختنی

جو برہ دکھ سہے وہی بوجھے
دلِ بے درد، درد کیا پاوے

بندۂ بے درم ہوا ہے سراج
یہ گلی چھوڑ کر کہاں جاوے

خدا جانے اٹھے کیا دھوم مے خانے میں عالم کے
اگر دل نشّۂ بے اختیاری میں بہک جاوے

دیا تجھ کوں شمشاد خطِ غلامی
تجھے سروِ آزاد کہنا بجا ہے

دل آرام سیں ایک دم دور رہنا
ستم ہے الم ہے جفا ہے بلا ہے

عشق میں اوّل فنا درکار ہے
دل سیں ترکِ ماسوا درکار ہے

ترکِ مقصد عینِ مقصد ہے اُسے
جس کوں دل کا مدعا درکار ہے

آئینۂ دل کہ بے صفا تھا
تجھ عشق سیں خوش جلا ہوا ہے

معشوق ہے عاشقوں کا عاشق
ہاتف سیں مجھے ندا ہوا ہے

تماشا بی سیں ہلال ابرو کوں دیکھے اس سبب
چاک دل نے ہات کھولا ہے دعا کے واسطے

کب نظر آوے گا یارب وہ مرا آرامِ جاں
دوست بیگانے ہوئے جس آشنا کے واسطے
کھول کر آنکھوں کی جھولی شوقِ دل محتاج ہے
بھیک دے دیدار کی ظالم خدا کے واسطے
ہے اُسے نورِ بقا صبحِ ابد لگ جیوں سراجؔ
شمع سا جو کوئی کمر باندھا فنا کے واسطے

اے زاہد تجھیں فردوس کی تمنا ہے
ہمیں تو آگ میں گلزار کا تماشا ہے
اے بے خبر تو نہیں دل کے راز سیں محرم
ہمارے حال پہ تیرا یہ طعن بے جا ہے
گلہ کسی کا نہ کر اے سراجؔ ہرگز توں
خموش ہو کہ سمجھ یہ عجب معما ہے

پیاری بات پیارے کی جو کوئی مجھ کوں سناتا ہے
جگر سیں تاب دل سیں ہوش تن سیں جاں لجاتا ہے
تمہارا اسمِ اعظم وِرد کرنے اضطرابِ دل
پلک کے ہات سیں آنسو کی لے سمرن پھراتا ہے
مرے دل پر یہی ہے جب سیں یادِ دامنِ الفت
مثالِ غنچہ اپنے پیرہن میں نہیں سماتا ہے

یکایک کھول کر مٹھی پلک کی موند لیتے ہیں
مری آنکھوں نے شاید خواب میں کوئی لعل پایا ہے

اگر مسجد میں اے زاہد وو مستِ نیم خواب آوے
ترے ہر دانۂ تسبیح میں بوئے شراب آوے
غزل خواں گر خوش آوازی سیں آوے مجھ طرف موہن
رگِ جاں سیں صدائے نغمۂ تارِ رباب آوے

دشتِ غم میں ہے مجھے خارِ مغیلاں برگِ گل
فرشِ مخمل دور ہے خوابِ فراغت سیں مرے

جس کوں ملکِ بے خودی کا راج ہے
ہے زمیں تخت اور بگولا تاج ہے

سیماب جل گیا تو اسے گرد بولیے
عاشق فنا ہوا تو اسے مرد بولیے
ہے کیا کتاب مطلعِ انوار رخ ترا
سورج کوں جس کا یک ورقِ زرد بولیے
ہے آگ عاشقوں کا دمِ سرد اے سراج
اور آگ کی لپٹ کوں دمِ سرد بولیے

آتشِ غم سیں مرے باغ میں گرد اٹھے
برگِ گل سیں شررِ شعلۂ نمرود اٹھے
کشتۂ خنجرِ بیدادِ صنم حشر کے دن
سرخ رو ہو صفِ عشاق میں خوشنود اٹھے
سرمۂ چشم ہے خاکِ قدمِ یار سراج
آرزو ہے کہ غبارِ رہِ مقصود اٹھے

زاہد نے ترے نرگسِ مے گوں کی خبر سن
کیفیتِ مستی سیں خبردار ہوا ہے

اوّل سیں دل مرا جو گرفتار تھا سو ہے
میرے گلے میں عشق کا زنّار تھا سو ہے

اے شاہِ حسن مجھ کوں تمہاری جناب میں
مدت سیں بندگی کا جو اقرار تھا سو ہے

جیوں غنچہ سیرِ باغ سیں ہوتا ہوں تنگ دل
تجھ بن مری نگاہ میں گل خار تھا سو ہے

اب لگ غمِ فراق جدائی کی رات میں
یار و رفیق و مونس و غمخوار تھا سو ہے

مت بوجھ سوزِ عشق سیں فارغ سراج کوں
پروانہ وار جان سیں بلہار تھا سو ہے

تجھ زلف کی خوبی جو سنا باغ میں سنبل
کھا پیچ اسی غم سیں سیہ پوش ہوا ہے

کر یاد تری نرگسِ مخمور کوں بلبل
لے ساغر گل ہات میں مے نوش ہوا ہے

آرسی میں عکس تیرا بجز کون آتا ہے نظر
صاف رہ اے تیرہ باطن ہم نمد پوشوں ستی

عشق کے مستوں کوں آدابِ شریعت ہے معاف
دشمنی مت کر ارے نا اہل بے ہوشوں ستی

ہر نہ گوئی قدر دانِ عشق کوں ہے ناپسند
عالمِ حیرت کی لذت پوچھ خاموشوں ستی

جیوں سراج آتش کے شعلے جن کوں ہیں شربت کے گھونٹ
خوف کر اے شمع رو ایسے بلا نوشوں ستی

شوخ سرکش مطیع میرا ہے
مرتبہ کیا رفیع میرا ہے

گوہر اشک سب سمائے ہیں
آج دامن وسیع میرا ہے

دل کے پرزے ہوئے اب ایک ورق باقی ہے
سب تو آخر ہوئی کتاب ایک سبق باقی ہے

فرض ہے مجھ کوں شبِ زلف میں مغرب کی نماز
اس شہابی لبِ مے گوں کی شفق باقی ہے

تجھ کفِ پا کی خجالت سیں ہر اک گلشن میں
پھول پر قطرۂ شبنم سیں عرق باقی ہے
خواب آشفتۂ ہستی کی یہی ہے تعبیر
غیر فانی ہے مگر جلوۂ حق باقی ہے
جان دیتا ہے ترے ہجر کی سختی سیں سراج
آشتابی ستی اے جان رمق باقی ہے

صاف مشرب ہے سب ستی ہم رنگ — آب ہر رنگ بیچ شامل ہے
ربع مسکونِ چار عنصر میں — کارفرمائے بے خودی دل ہے

کدھر ہو بے خبر ہو کیا مگر احوال سیں میرے
ادھر دیکھو اے ظالم لاابالی من ہرن پیارے
تغافل مت کرو اے نوبہارِ گلشنِ خوبی
تمہارے بن نپٹ بے آب ہے دل کا چمن پیارے
مرے دل کی کلی مرجھا رہی ہے صرصرِ غم سیں
کرو ٹک مسکرا کر بات اے شیریں دہن پیارے
سراج اب شعلۂ الفت میں جیوں پروانہ جلتا ہے
نہ جانوں تجھ ستی اس کوں لگی ہے کیا لگن پیارے

یار کی وضع بے حجابی ہے — شوخ ہے، مست ہے، شرابی ہے
تجھ کوں عاشق دو رنگ کیوں نہ کہیں — زلف کالی ہے، لب شہابی ہے

دھوپ میں غم کی ہیں جو سایہ نشیں ۔۔۔ آفتاب ان کوں آفتابی ہے

شمع جلتی ہے بزم میں بے دود ۔۔۔ شعلہ رو گرم بے دماغی ہے
جو ہوا ہے غبارِ کوچہ آہ ۔۔۔ خلوتِ عشق کا سراغی ہے
داغِ دل نے دیا مراد سراج ۔۔۔ غم کی درگاہ کا چراغی ہے

شربت دیدار کے بن زندگانی ہیچ ہے ۔۔۔ بے رخِ ساقی حیات جاودانی ہیچ ہے
دوستی اور دشمنی کا نہیں ہے ہرگز اعتبار ۔۔۔ مہربانی ہیچ ہے نامہربانی ہیچ ہے
اشک بن باطل ہے فردِ چہرۂ زردِ سراج ۔۔۔ چشم خونیں نہیں تو رنگ زعفرانی ہیچ ہے

اے شوخ تری شوخ نگاہی نظر آئی ۔۔۔ سنتے تھے سبھوں سیں سو گواہی نظر آئی

ہائے جی کے سودے میں روز کا ہے ہنگامہ ۔۔۔ چوک سیں عناصر کے یہ دکاں اٹھا دیجے
شعر وصف گل رو کا باغ میں اگر پڑھیے ۔۔۔ بلبلوں کے سینے سیں داغ گل مٹا دیجے

اس کے دامن کوں اگر ہاتھ لگا دیں عاشق ۔۔۔ تند ہو گرد کی مانند جھٹکتا جاوے
مشعلِ جلوۂ معشوق ہے درکار سراج ۔۔۔ دل کہاں زلف کی گلیوں میں بھٹکتا جاوے

زمیں پر یار کا نقشِ کفِ پا ۔۔۔ ہمارا خطِّ پیشانی یہی ہے
وو زلفِ پرشکن لگتی نہیں ہات ۔۔۔ مجھے ساری پریشانی یہی ہے
نہ پھرناں جان دینا اس گلی میں ۔۔۔ دلِ بے جان کی بانی یہی ہے

وو ماہ اگر مہر سیں آوے تو بجا ہے
بے تاب ہوں دیدار دکھاوے تو بجا ہے
مجھ کوں نظر آتا ہے ہر ایک دم دمِ آخر
کوئی مژدۂ دیدار سناوے تو بجا ہے
جو حرفِ محبت کوں کیا نوکِ زباں یاد
عالم کے خیالات بھلاوے تو بجا ہے
بھڑکے ہیں مرے دل میں برہ آگ کے شعلے
وو جانِ سراج آکے بجھاوے تو بجا ہے

آئی ہے نو بہار دیوانوں کی بن گئی
بن بن صدائے خندۂ گل ہر چمن گئی
شاید کہ عزمِ سیرِ گلستاں ہے یار کوں
لینے کوں پیشوا اسے بوئے سمن گئی
سن نام تجھ نگین لب لعل کا صنم
کان یمن سیں آب عقیقِ یمن گئی
آتش میں غم کی خاکِ ہو ثابتِ قدم سراج
توں دیکھ شمع جل گئی پن بے سخن گئی

جلا کر باغ کوں بیٹھا ہوں سایہ میں ببولوں کے
پڑے ہیں طوق وحشت سیں گلے میں ہار پھولوں کے
پتنگوں کوں بڑا دعویٰ تھا اپنی جاں نثاری کا
سراج آتش میں غم کی ہوش اڑ گئے بوالفضولوں کے

مجھے اس خوش دہن کی آرزو ہے
نگارِ گل بدن کی آرزو ہے
گلی میں اس پری رو کی گذر کر
اگر سیرِ چمن کی آرزو ہے
سراج آتش میں غم کی خاک مت ہو
اگر تجھ کوں کفن کی آرزو ہے

چلا ہے باغ سیں گل کی کلی رکھ سر پہ وو گل رو
مگر خو میں دلوں کی آج دل داری کا ساماں ہے

سراج اس شمع رو کی گرم خوئی سیں ہوا روشن
کہ اس کوں ہم پتنگوں کی دل آزاری کا ساماں ہے

نہ ہووے کیوں اسے فریاد و زاری   جسے ہے شوق کی بے اختیاری
نہیں آرام کوں آرام ہر گز   ہوا دل میں قرار بے قراری

خودی ہے کفر اگر ہم اٹھیں تو یہ جلوے   ہمارے بعد خودی جانے یا خدا جانے
کھلا ہے راز کا بازار لا تو نقدِ یقیں   خریدِ عشق کا سودا ترا جو من مانے
جو کوئی طالبِ مستی ہیں کان دھر کے سنیں   عجب مذاق کی کہتے ہیں بات مستانے
زباں میں شہد و شکر دل میں زہر رکھتے ہیں   کسا ہوں سب کوں جتے آشنا ہیں بیگانے

جیتے ہی تم نے موت کی لذت چکھا چکے   ہم نے بھی جی سیں ہاتھ اٹھائے تم آ چکے
جاتا نہیں ہے دل سیں خیالِ شکر لباں   ہر چند اوس کوں قصۂ شیریں سنا چکے
دل سوزیاں سراج کی کہتے ہو تم عبث
جب شمعِ زندگی کو تم اس کی بجھا چکے

جو محبت کے نشے میں چور ہے   گردنِ مینا اسے کافور ہے
تجھ نگہ سوں رنگ آتش ہے گداز   آج مجھ سر خوشۂ انگور ہے
وہ کلیمِ وقت ہے اپنا سراج
جس تفکر میں پیو کے مکھ کا نور ہے

سوز پروانہ نیں مگر معلوم　　　شمع یہ حال دیکھ ہنستی ہے
تو فنا ہو اگر بقا چاہے　　　نیستی میں توں دیکھ ہستی ہے
اے سراج اب ہوئے گیوں طوفاں　　　نین بادل سیں جھڑ برستی ہے

انتخاب مثنوی بوستانِ خیال

ارے ہم نشینو مرا دکھ سنو — مرے دل کے گلشن کی کلیاں چنو
نہ کھلتا ہے دل گشتِ گلزار میں — نہ لگتا ہے جی سیرِ بازار میں
کہ جمعیتِ دل پریشان ہے — مرا فرحت آباد ویران ہے
جو دل کو خوشی ہوئے تو سب خوب ہے — جو مرغوب نیں ہے سو مرغوب ہے
وگرنہ خدائی خوش آتی نہیں — کسی شخص کی بات بھاتی نہیں
ہراک آہ ہے شعلۂ آتشیں — ہراک دم ہے مجھ پر دمِ واپسیں
خوش آتی نہیں ہیں خوش آوازیاں — کہوں کیا میں طالع کی ناسازیاں
رگِ جاں کٹے سن کے تارِ رباب — خوشی کے ہیں سامان مجھ پر عذاب
مجھے دم بدم بس کہ ہے اور دھن — نپٹ دنگ ہوتا ہوں مردنگ سن
سدا آہ و زاری کی آواز ہے — طنبورے کی آواز ناساز ہے
اگر ناچ کا ہوئے کبھی اتفاق — تو واں بیٹھنا مجھ کو ہوتا ہے شاق
سبھی دل ربا ناچنے والیاں — کہ ہیں ایک سے ایک سب آلیاں
بتاتی ہیں گت عشوہ و ناز سے — دکھاتی ہیں چھب طرز و انداز سے
ہر ایک چاردہ سالگی میں تمام — کریں دل لجانے میں جادو کا کام
ہر ایک خوش لباسی میں ممتاز ہے — ٹنکی ہوئی کناری کی پشواز ہے
ہر ایک کے ہے ہاتھوں میں مہندی کا رنگ — جسے دیکھ کر آب ہو جائے دنگ

ہر ایک کو مرصع کا ہے سیس پھول — کہ سورج کرے جوت کا واں حصول
سبھی دل ربائی کے لاپے ہیں گت — کہ باقی رہے جان و دل کی سکت
نگاہوں کی لے مسکرانے کے ساتھ — اداؤں کی گت پان کھانے کے ساتھ
سو سب متفق ہو کے آپس میں مل — ہر ایک پوچھتی ہے مرا حالِ دل
تمہارے یہ طوفان غم ہے سو کیا — لبِ خشک اور چشم نم ہے سو کیا
کہو کس سبب سے ہو پژمردہ دل — تمہارا مگر غم سے ہے آب و گل
قسم ہے تمہیں غم ہے کس بات کا — لگا ہے تمہیں زخم کس بات کا
تمہیں کس پری رو نے جادو کیا — شہیدِ خمِ تیغِ ابرو کیا
کہو کھول کر دل خوشی کے سخن — کہ ہم کو بھی ہیں دل ربائی کے فن
ہمیں بھی ہیں سب وجہ کی خوبیاں — جو کچھ چاہئیں ویسی محبوبیاں
سو کیوں اس طرف دل کو لاتے نہیں — محبت کی باتیں سناتے نہیں
عبث دل کو اپنے جلاتے ہو تم — مگر کچھ مزا غم میں پاتے ہو تم
غنیمت ہے اک آن کی بے غمی — کرو دور آنکھوں سے اپنی نمی
ولیکن کہوں کیا کہ کیا حال ہے — ہر اک دم مری جان پر کال ہے
کسی شکل سے چین ہوتا نہیں — نہیں رفع ہوتی یہ وحشت کہیں
لگے خوب کب اہلِ مجلس کی بات — کہ غم نے کیا ہے مرے جی پہ گھات
مجھے ساغرِ مے ستی عار ہے — صراحی سروہی کی تلوار ہے
ٹک اک بھی تسلی کہاں پاؤں میں — نپٹ بے کلی ہے کدھر جاؤں میں
کہ عالم میں یہ بات مشہور ہے — زمیں سخت اور آسماں دور ہے

کبھی رفع کرنے کو دل کا غبار — اگر عزم ہو سیرِ باغ و بہار

تو گلشن نظر پیچ ہے خار بن ۔۔۔ خراش جگر ہے رگِ یاسمن
کروں جب خیابانِ گل پر نظر ۔۔۔ مجھے یاد آتا ہے چاکِ جگر
ہر اک سرو ہے سانک کی جیوں انی ۔۔۔ چمیلی کی پھکڑی ہے ہیرا کنی
گلِ لالہ لو ہو بھرا جام ہے ۔۔۔ بنفشہ مری صبح پر شام ہے
نپٹ خوب سنبل کی ہیں ڈالیاں ۔۔۔ یہ ہیں مجھ کو زنجیر کی جالیاں
گلِ ناز بو گرچہ ہے دل نواز ۔۔۔ خوش آتا نہیں ہے مجھے اوس کا ناز
غزل خوانیٔ عندلیبانِ باغ ۔۔۔ مرے حق میں ہے داغ بالائے داغ
کہ یارب کسی وقت جیتے تھے ہم ۔۔۔ و و ساقی سے مل جام پیتے تھے ہم
کبھی ہم بھی اس یارِ گل رو کے سات ۔۔۔ رکھے ہات پر ہات کرتے تھے بات
جدا ہم نہ رہتے تھے اس یار بن ۔۔۔ غزل خوانی شوق تھی رات دن
ہم آغوش ہوتے تھے ہم بات بات ۔۔۔ ہمارے پہ ہر رات تھی چاند رات
سدا نوبتِ عشق سنتے تھے ہم ۔۔۔ سدا پھول مقصد کے چنتے تھے ہم
ادہر عشق اُدہر حسن ہم راز تھا ۔۔۔ مجھے بختِ بیدار سے ساز تھا
خموشی میں ہوتا تھا مطلب ادا ۔۔۔ نگاہیں نگاہوں سے تھیں آشنا
مرے پر جو تھا عالمِ شوق تب ۔۔۔ کہانی سی معلوم ہوتی ہے اب

اگرچہ سبھی خوب رو خوب ہیں ۔۔۔ جہاں لگ ہیں محبوب، محبوب ہیں
ہر اک قدرتِ حق میں مقبول ہیں ۔۔۔ سبھی اوس کے گلزار کے پھول ہیں
انوں میں بھی جو سب سے ہیں انتخاب ۔۔۔ جنھے دیکھ جاتا رہے دل سے تاب
ہر ایک بات جن کی ہے جادو گری ۔۔۔ جنھے دیکھ بے ہوش ہو وے پری
اداؤں سے لیتے ہیں دل چھین کر ۔۔۔ نگاہوں میں سب سحر ہے سر بسر

تبسم میں جن کے اٹک جائے دل
تغافل سے جن کے دغا کھائے دل

تکلم میں جن کے ہیں افسوں تمام
ہر ایک بات جن کی ہے عاشق کا دام

اگر مسکرا دیں تو دل آب ہوئے
رگِ جانِ عشاق بے تاب ہوئے

اگر پان کھاویں کبھی تو تبھی
کریں عاشقاں جاں سپاری سبھی

کریں گر نوازش سے جھک کر سلام
جو دیکھے سو ہو جائے دل سے غلام

اگر دیویں گالی تو میٹھی لگے
کہ مصری بھی اوس وقت سیٹھی لگے

اگر لاابالی طرح سے چلیں
تو عاشق کا دل پاؤں نیچے ملیں

اگر وضع شوخی سے باتیں کریں
تو بجلی تمن دل پہ گھاتیں کریں

رہیں سادگی سے اگر لٹ ٹپے
تو دل کا گلا بن چھری کے کٹے

دلوں کو دیوانہ کریں چال میں
بلا لا دیں عالم پہ ہر حال میں

کرشمے سے جی کو کریں بے قرار
کریں دل کو غمزے سے بے اختیار

گرہ زلف کی کھول لیتے ہیں جی
پھر اس بعد لاتے ہیں بھوں پر کجی

کمر کی لچک سے لجاتے ہیں دل
نظر کی جھمک سے لبھاتے ہیں دل

جنھے دیکھ جاتا رہے عقل و ہوش
زباں بند ہو جائے اور لب خموش

جبیں جن کی روشن ہے جوں مشتری
کہ بس مشتری کا ہے دل مشتری

جنوں کے ہیں دانتوں میں مسّی کی ریکھ
کہ آئینہ حیراں رہے جس کو دیکھ

جنوں کی سیہ چشم خوں ریز ہیں
کمند دو گیسو دل آویز ہیں

جنوں کی پلک تیر ہیں سر بسر
کلیجے میں ہیں دلیے تیروں کے گھر

کفِ پا ہے جن کا نزاکت سرشت
گل مخمل سرخ ہشتم بہشت

کبھی تو سجیں سر پہ دستار سرخ
کہ حسرت سے مرجائے گل نار سرخ

زری کا کبھی چیرہ نوک دار
ہیں بازو میں گجرے گلے بیچ ہار

بدن میں کبھی زعفرانی لباس
کہ آتی ہے جس میں محبت کی باس

کبھی سرخ نیمہ بدن میں جسے
زمرد کی گھنڈی لگی ہے جسے

کبھی لٹ پٹی سر پہ دستار ہے
کبھی خنجری پاؤں شلوار ہے

کبھی ہات میں نیزۂ سبز رنگ
کبھی ہے سروہی کبھی ہے فرنگ

کبھی محض رومال ابریشمی
کہ چہرے سے جاوے عرق کی نمی

خدا نے جنھے دیں ہیں یہ خوبیاں
کہ بس ختم ہوویں جن پہ محبوبیاں

پھر اون خوب رویوں کا دستور ہے
کسی فن میں جو شخص مشہور ہے

تو اوس سے بہوت آشنائی کریں
ہر اک وضع سے دل ربائی کریں

یہاں لگ کہ اوس کو کریں بے قرار
کریں رفتہ رفتہ دل اوس کا شکار

مجھے سب نے جانے کہ درویش ہے
نہ درویش ہے بلکہ دل ریش ہے

ہر اک شعر بھی اس کا ہے دل پسند
سخن گو سخن فہم اور دردمند

ہر اک اوس کے ملنے کا مشتاق ہے
سخن بیچ مشہور آفاق ہے

پھر اوس شخص کا نام ہے دور دور
تو لیسے سے ملنا بہوت ہے ضرور

مرے سے بھی ملنے لگے بے حجاب
کہ ہر طرح سے اس کا دل ہوے آب

تواضع کریں حرمت آداب سے
کریں عزم الفت کا ہر باب سے

نہایت کریں مجکو جھک کر سلام
کہ یہ بھی ہے ایک دل ربائی کا دام

ولیکن مرا دل تو کہیں اور تھا
مرے پر قیامت کا کچھ دور تھا

مرے پر غضب تھا جو دن رات کا
جواب ایک تھا اون کو سو بات کا

جو دیکھا انوں نے کہ یہ سنگ ہے
عجب شخص ہے اور عجب رنگ ہے

کسی طرح سے آب ہوتا نہیں
محبت کا بے تاب ہوتا نہیں

اونے یاد تھے سحر جادو کئی
نکالے طرح دلبری کی نئی

جو ہر بات پر جھک کے تسلیم تھی — جو ہر آن میں جنس ہو تنظیم تھی
قدیمی طرح کے جو آداب تھے — کیے ترک گویا کہ نایاب تھے
نپٹ بے حجابی سے ملنے لگے — ہنسی ساتھ جیوں پھول کھلنے لگے
زبس دل لجانے کے تھے گھات پر — رکھیں ہات پہ ہات ہر بات پر
کبھی سر کو لادیں مرے منہ کے پاس — کہ پہونچے ہر یک طرح زلفوں کا باس
کبھی میرے زانو پہ زانو رکھیں — کبھی میرے پہلو پہ پہلو رکھیں
کبھی تو مجھے شاہ صاحب کہیں — کبھی تو "اجی واہ صاحب" کہیں
ہر اک بات پر میری سوگند کھائیں — ہر ایک آن سوگند اپنی دلائیں
مرا دل کسی اور کے ہات تھا — نہ تھا میرے پاس اور کے سات تھا

اسی میں سے سردار زادہ تھا ایک — کہ خوبی میں سب سے زیادہ تھا ایک
اسے دولت و مال کا اوج تھا — تمن دار تھا، صاحب فوج تھا
ہر یک وقت فیل و نشان و علم — جو چاہے سو موجود اسے دم بدم
نقیب اور جلودار اور چوب دار — سواری کے پیچھے ہزاروں سوار
اگر اس کی صورت کی خوبی لکھوں — قیامت تلک بے زباں ہو رہوں
عجب میں ہوں دیکھ اوس کی روشن جبیں — نہ دیکھا تھا خورشید روئے زمیں
دو زلفیں ہیں جی کے گلے کی حمیل — قسم کھا کے کہتا ہوں میں، ناگ بیل
کرے اوس کے ابرو طرف گر نگاہ — تو کھینچے مصور بھی دل سیتی آہ
نگاہ اوس کی ہے خنجرِ خوش غلاف — کہ لختِ جگر سے گزرتا ہے صاف
ہر اک نوک مژگاں بلا ہے بری — رگ جانِ عشاق کی ہے چھری
خبر اوس کی چشمِ پر افسوں کی لے — تو نرگس گریباں طرف سر نوائے

عجب اوس کا رخسار تھا نوبہار   کہوں تو نہ آئے کسے اعتبار
جو دیکھے سو واقف ہو اس بات کا   کہ یہ چاند ہے چودھویں رات کا
وو دانتوں پہ ہے رنگِ پاں خوش بہار   بکس کیوں نہ ہووے دانہ انار
تبسم کی لہریں ہیں موجِ شراب   کہ کیفی کو اوس کے جگر ہے کباب
دہن کی صفت میں بیاں ہیچ ہے   کہ بس نام ہے اور نشاں ہیچ ہے
زنخدان ہے سیبِ گلزارِ حسن   بہی بخشِ آزار بیمارِ حسن
غذا ہے صراحی کی خونِ جگر   کبھی اس کی دیکھے جو گردن مگر
کہوں کیا وو ساعد کی تعریف میں   زباں لال ہے اس کی توصیف میں
یہ خوبی نہ بلور پاوے کہیں   صفائی ہے لیکن یہ نرمی نہیں
کفِ دست لختِ دلِ عاشقاں   ہر اونگلی نزاکت میں ہے نبضِ جاں
صفا میں ہے وو سینہ آئینہ ساں   کہ ہووے صورتِ حالِ عاشق عیاں
کمر سینہ صافوں کی ہے روح پاک   ہے اس پر عبث تہمتِ آب و خاک
لکھوں صافیِ ساقِ سیمیں اگر   قلم بھی پھسل جاے کاغذ اوپر
رکھے جب کلیجے میں بلبل کے پاؤں   سلے تب خیالِ رگِ گل کی چھاؤں
سراپا قیامت کا سامان تھا   محبت کا دل عشق کا جان تھا
کہیں کم ہے معشوق عاشق نواز   جسے ناز عاشق پہ ہووے نیاز
سو اوس میں یہ اوصاف پائے گئی   مروّت کے اصناف پائے گئی
جسے جانتا تھا کہ بے تاب ہے   مرے واسطے بے خور و خواب ہے
تو اوس پر بہوت مہربانی کرے   ہر ایک بات کی قدردانی کرے
ہزاروں کریں اوس کو جھک کر سلام   کرے سب کے لایق سبھوں سے کلام
ہر اک پر بہوت سی نوازش کرے   ہر اک کے سزاوار سازش کرے

نظامِ ممالک امیرِ کبیر — شہنشاہِ ہندوستاں کا وزیر
کیا بال کنڈے کو تسخیر جب — تب ارکانِ دولت چلے گھر کو سب
ہوا ہر طرف موسمِ برشگال — ہوئے سبز ہر ہر چمن کے نہال
زمیں کو لیا سبزۂ تر نے گھیر — کہیں سبز سیر اور کہیں نیم سیر
ہر ایک کوہ و صحرا میں نکلے نبات — جدھر دیکھیے فرشِ سبز نبات
وہ سردار نامی سراپا جمال — ہوا جس کا اظہار اتنا کمال
کیا عزم اپنے وطن کی طرف — وہ صحرائے صحنِ چمن کی طرف
کہا مجھ کو اخلاص اور پیار سے — نہاں یہ سخن گوشِ اغیار سے
ارادہ مرا گھر کے جانے کا ہے — یہ برسات کے بعد آنے کا ہے
کرو تم بھی گر اس طرف کو کرم — رکھوگے سر و چشم پر ہر قدم
مقرر نہیں عاشقوں کا مکاں — برابر ہے تم کو یہاں اور وہاں
خصوصاً جو درویش آزاد ہیں — جدھر کو کریں عزم دل شاد ہیں
اگر قصد ہوئے تو بہت خوب ہے — تمہارا کرم دل کو مرغوب ہے
کیا غور جب خوب میں اپنا حال — یکایک مرے دل میں آیا خیال
مرے پر جو کچھ بے کلی ہے سو ہے — کسی بات کی تلملی ہے سو ہے
اگر یہاں رہا میں کیا یہ قبول — تو جاوے گا یہ درد سو خاک دھول
جو رہنے میں جانی نہیں یہ بلا — خوشی اس کی یوں ہے تو چلنا بھلا
کئی طرح کی بات تجویز کر — کیا اس کے ہمراہ عزمِ سفر
ہوا اس کے ہمراہ میں لاعلاج — کہ پاوے کہیں چین میرا مزاج
ولیکن وہی درد و غم یار تھا — کلیجے میں میرے وہی خار تھا
وہی بے خودی نے کیا تھا ہجوم — وہی کشورِ دل میں تھی غم کی دھوم

وہی تھا تڑپنا شب و روز کا
وہی تھا جلن درد جاں سوز کا

وہی غم کے طوفان تھے پے بہ پے
وہی بے کلی تھی جواب لگ کہ ہے

سو عالم میں کئی یار جانی نہیں
کہیں دوستی کی نشانی نہیں

بہوت آزمایا ہوں تحقیق ہے
اور اس بات پر مجہ کو تصدیق ہے

محبت سے ہوتا ہے حاصل خدا
پہ زنہار ملتا نہیں آشنا

غرض اوس فسوں گرنے کر مکر و فن
مجھے لے گیا ساتھ اپنے وطن

نہایت ہر یک بات میں دلبری
نہ وو دل بری بلکہ جادو گری

نپٹ اوس کو تھی میری خاطر عزیز
ادب سے ہر یک بات تھی باتمیز

یہی اوس کو رہتا تھا ہر دم خیال
مبادا یہ درویش آشفتہ حال

کسی بات پر مجہ سے آزردہ ہوے
کنول اوس کے خاطر کا پژمردہ ہوے

اگر رات ساری میں بیٹھا رہوں
"تجھے نیند آوے تو سو رہ" کہوں

ولیکن مرے پاس بیٹھا رہے
میں جب لگ نہ سوؤں تو باتیں کہے

کبھی دو عزیز فصاحت بیاں
نکالے کسی شاہ کی داستاں

کبھی حال مہیار و چیندر بدن
کبھی خوش ادائی سے وہ خوش سخن

کسی وقت فرہاد و شیریں کی بات
کسی وقت دلچسپ و شیریں نکات

کبھی قصۂ عشق شاہ و گدا
حکایات رنگین و عشرت فزا

کبھی شعر خوانی کرے بر محل
کبت دوہرا، بیت و فرد و غزل

نہایت خبر تھی اسے راگ میں
سنے سو جلے عشق کی آگ میں

مرے تئیں کہے لطف اور پیار سے
کہ جیوں کر کہے یار کئی یار سے

کہ ہے عام اک راگ کا شوق مد
تمہیں کون سی راگنی ہے پسند

جو کچھ مجھ کو فرماؤ سو گاؤں میں
مزاج آپ کا جس طرف پاؤں میں

غرض کیا کہ یہ بے دلِ دردمند
کہ ہے حلقۂ دام وحشت میں بند

کسی شکل کر مجھ سے دل شاد ہوے
جو کچھ اس کا غم ہے سو برباد ہوے

ولیکن میں دل شاد ہوتا نہ تھا
مرا غم سو برباد ہوتا نہ تھا

جو کئی غم کی آتش میں جلتا ہے
ہر یک رات جیوں شمع گلتا ہے

اوسے کب خوش آتے ہیں سامانِ عیش
کہ زنداں ہے اس کو گلستانِ عیش

اسی بات پر بات آئی ہے یاد
کہ ہے مصرع درد کو مستزاد

حکایت

کسی ملک کا ایک تھا بادشاہ
کہ تھا صاحبِ ملک و تخت و کلاہ

زبس تھا اسے گنج و زر بے حساب
نہ تھا شغل اسے جز شراب و شکار

اسے خیر خواہ ایک دیوان تھا
کہ سب بات کا خانِ سامان تھا

سو ایک روز تھا سیر میں بادشاہ
سب ارکان دولت طرف کر نگاہ

کیا یاد اس گھر کے دیوان کو
وو سب بات کے خان سامان کو

ضروری سرانجام کے واسطے
کسی لازمی کام کے واسطے

محل کی طرف حکم اس کو ہوا
کہ تا حسب الارشاد لاوے بجا

بجا لا کے آداب تسلیم کے
ادا کر کے سب رسم تعظیم کے

محل کی طرف کو روانہ ہوا
اسے واں کا جانا بہانا ہوا

گیا بے خبر ڈیوڑھی کی طرف
ہوا جا کے تیرِ بلا کا ہدف

کسی خوب صورت سہیلی کا ہات
کہ تھے اس میں کئی سحر جادو کے گھات

نظر بیچ آیا اسے یک بیک
نہ دو ہات سب بلکہ پہنچے تلک

اسی بات کو دیکھ بے خود ہوا
اسی بے خودی سے زمیں پر گرا

کیا جذبۂ عشق نے محو اوسے
ہوا ما سوا عشق سب محو اوسے

کسی نے تو سائے کا بوجھا خیال
کسی نے کہا دھوپ کا ہے زوال

سر و چشم پر اوس کی چھڑکا گلاب
کہ کم ہووے ٹک گرمیٔ آفتاب

جب اس بات کی شاہ کو ہوئی خبر
سنا اوس کے احوال کو سربسر

کہا سب کو وو صاحبِ تخت و تاج
ہے اس شخص بے خود کا لازم علاج

طبیب اور سیانے جو ہیں شہر کے
نہ اس شہر کے بلکہ سب دہر کے

سبھوں کو دکھاؤ کہ کیا ہے اسے
مرض ہے اسے یا بلا ہے اسے

طبیبوں نے نبض اور سیانوں نے فال
بہوت دیکھے لیکن نہ پائے وو حال

اوسے ایک تھا محرم و آشنا
نہ رہتا تھا ایک آن اس سے جدا

کہا کان میں اوس کے جا یہ سخن
کہ اے یار جانی مری بات سن

اگر ہے ترے پر پری کا گذر
وگر ہے ترے پر بلا کا اثر

پری کو جلاؤں میں شیشے میں لا
بلا ہے تو لاؤں بلا پر بلا

اگر دل لگا ہے کسی سے ترا
تو کہہ مجھ سے حاضر ہے یہ جی مرا

سنا اوس نے جب آشنا کی صدا
مزاج اوس کا فی الجملہ آیا بجا

یکایک کیا آہ عالم گداز
کہ اے یار مت سن مرے دل کا راز

سنے گا تو حیران ہو جائے گا
سنے بعد آخر کو پچتائے گا

نہایت بجد جب ہوا وو رفیق
رفیقِ موافق، انیسِ شفیق

تو آخر کو اپنا کہا حال سب
وو بے ہوشی و بے خودی کا سبب

اگر شہ کو یہ راز ہووے برملا
تو ہے جان اور آبرو پر بلا

یہی دل میں آتا ہے ہر دم خیال
کہ مرنا بھلا زندگانی ہے کال

کہا یہ سخن اور اٹھا ایک بیک ۔۔۔ گیا وہاں ستی توشے خانے تلک
وہاں سے لیا تین شیشے بھرے ۔۔۔ کہ تھے زہر قاتل ستی وہ بھرے
ہر یک کو بتدریج سب پی گیا ۔۔۔ کہ اس دکھ سے بہتر اگر جی گیا
اسے زہر نے کچھ اثر نیں کیا ۔۔۔ ہلاہل ہوا اوس کے حق میں غذا
اسی بیچ شہ نے بلا رو برو ۔۔۔ کہا اوس کو یک بار پُر خشم ہو
بدن کا تجھے ہرگز آزار نیں ۔۔۔ بلا اور بپائے کا آثار نیں
اگر تجھ کو خدمت سے انکار ہے ۔۔۔ عبث اس بہانے کا اظہار ہے
ترے بن سبھی بند ہیں کاروبار ۔۔۔ اگر نوکری نیں قبول، اختیار
ہے اشیا حوالے ترے جاں تلک ۔۔۔ فلانے کے تحویل کر یک بیک
کیا حکم جب اس طرح بادشاہ ۔۔۔ ہوا تب تو لاچار وہ بے گناہ
جو کچھ توشے خانے کا اسباب تھا ۔۔۔ دُر و لعل و یاقوت کا باب تھا
وہ اشیا حوالے کیا سب اسے ۔۔۔ مقرر ہوئی تھی وہ خدمت جسے
وہی تین شیشے جو تھے زہر کے ۔۔۔ نہ تھے زہر کے بلکہ تھے قہر کے
نہ پائے سو پرسش کیا بادشاہ ۔۔۔ مقرر ہوا اس کے ذمے گناہ
کہ اوّل تو اس سے بہانا ہوا ۔۔۔ پھر اس پر ہزاروں کا نقصاں ہوا
ہوا حکم اسے طوق و زنجیر کا ۔۔۔ رہا کام وہاں عقل و تدبیر کا
سخن آبرو پر جب آیا اسے ۔۔۔ علاج اس کا ہرگز نہ پایا اسے
تب آخر کو شاہ جہاں دار سے ۔۔۔ طبیبِ مریضِ دلِ افگار سے
کہا حال اوّل سے آخر تلک ۔۔۔ جو کچھ اس پہ گزرا تھا ہر یک
بیاں بات کے دیکھنے کا تمام ۔۔۔ اور اس زہر پینے کا کیا تھا سو کام
سنا یہ سخن جب شہنشاہ نے ۔۔۔ وہ صاحب خرد باطن آگاہ نے

تحیّر سے دانتوں میں انگلی لیا
کہ یہ شخص حیراں ہو کیوں کر جیا

کہ اس زہر کی نیں چڑھی اس کو لہر
چڑھا ہے مگر عشق کا اس کو زہر

کہا شاہ نے اس کو اے دردمند
وہی ہات کو دیکھ کر تو پسند

کسی کا بھی وو ہات ہووے اگر
حوالے کروں گا ترے بیاہ کر

یہ کہہ کر اٹھا وو محل کی طرف
کہا ہے جہاں لگ کہ عورت کی صف

حرم اور سہیلی کنیز اور خواص
نہ تنہا یہی بلکہ منکوح خاص

ہر اک ہات پردے سے اپنا دکھاؤ
کہ کس ہات کا اوس جگر پر ہے گھاؤ

ہر یک ہات اپنا دکھانے لگی
جو مقصد تھا اس کو بتانے لگی

ہر یک ہات تھا پنجۂ آفتاب
جسے دیکھ کر جائے ہر دل سے تاب

ہر یک ہات خورشید تھا دل فروز
کہ تھا رشک سے دستِ موسیٰ کو سوز

ولیکن وو بے تیغ بسمل کے تئیں
شہیدِ کفِ دستِ قاتل کے تئیں

نہ تھا کچھ توجہ کسی ہات پر
کھڑا تھا اوسی ہات کی گھات پر

اسے تھا اوسی ہات کا انتظار
کہ جس نے کیا تھا اسے بے قرار

وو ہاتوں کا جس وقت میں تھا گزر
یکایک وہی ہات آیا نظر

کہ جس ہات میں اوس کا دل بند تھا
محبت کی آتش کا اسپند تھا

اوسی ہات کو دیکھ کر تج گیا
شہِ عشق کو پیش کش جی دیا

گیا مضطرب ہو کے شہ اوس کے پاس
کہ احوال اوس کا کرے کچھ قیاس

سو کیا دیکھتا ہے کہ بے جان ہے
چمن زندگانی کا ویران ہے

اودھر کو وو معشوقۂ دل فریب
کہ تھا حسن کے ملک کو جس سے زیب

کیا نشۂ یک دلی نے اثر
برابر موے یہ اودھر وو ادھر

سراج اب عبث قصہ خوانی نہ کر — سخن مختصر کر کہانی نہ کر
کسی اور کے حال سے تجھ کو کیا — وہی سرگذشت اپنی لکھنے میں لیا

غرض وہ عزیز سراپا شعور — نہ کرتا تھا کچھ دل بری میں قصور
ہوا عزم ایک دن اسے باغ کا — کرے تاکہ مرہم مرے داغ کا
کہ سیرِ چمن بیچ کھلتا ہے دل — طرف سبزہ و گل کے ڈھلتا ہے دل
یہی دل میں کر عزم مجھ کو کہا — کہ اس وقت کیا دل کشا ہے ہوا
جھکا ہے دکھو ابر کس رنگ سے — رہو کب تلک اس دلِ تنگ سے
چلو باغ کی سیر ہم تم کریں — یہ سب غم کا نام و نشاں گم کریں
میں آخر کو راضی ہوا تب ضرور — کہ انکار ہے آدمیت سے دور
چلا باغ کو جانِ ناشاد لے — جگر میں وہی آہ و فریاد لے
نپٹ گرچہ وہ باغ تھا دل کشا — زمیں سبز اور صحن تھا خوش فضا
ہر یک سمت پانی کی نہروں کی سیر — وہ نہروں میں پانی کی لہروں کی سیر
میں جب دیکھتا تھا وہ نہروں میں لہر — زیادہ وہ لہروں سے چڑھتا تھا زہر
رواں آب کی ہر طرف آبشار — جدھر دیکھیے ہو رہی تھی بہار
طرب بخش تھا ناچنا مور کا — تماشا تھا ہر مور کے شور کا
ہر یک سرو پہ عشق پیچے کی بیل — خوشی کے گلے کی تھی گویا حمیل
جھکی ڈالیاں بید مجنوں کی تھیں — خمِ زلفِ لیلیٰ کے افسوں کی تھیں
ہر اک حوض پانی سے لبریز تھا — ہر اک قطعہ باغ گل خیز تھا
سمن ارغواں، نرگس عبہری — گلِ لالہ و سیوتی جعفری
تھے منڈوے ہر اک قسم انگور کے — سو خوشے تھے وہ طرۂ حور کے

درخت آنب کے سبز اور سایہ دار　　نہالان نوخیز رنگیں بہار
ادھر بلبلوں کی غزل خوانیاں　　ادھر پھول کی شبنم افشانیاں
ادھر سرو رعنا کے سبزے کی دھوم　　ادھر نغمۂ قمریوں کا ہجوم
ہزارا اناروں کے تختوں کی سیر　　نئی کونپلوں کے درختوں کی سیر
نپٹ جھوم آیا تھا ابر بہار　　برستی تھی باریک جھم جھم پھُہار
عجب وقت تھا اور عجب رنگ تھا　　ولیکن مرا دل نپٹ تنگ تھا

کسی کو خبر راز پنہاں کی ھیں　　جگر سوزیِ آہ سوزاں کی ئیں
کسی پر جو ہووے گریۂ بے کسی　　تو ہے بے خبر کی سمجھ میں ہنسی
وہی جانے جس نے گنوایا ہے دل　　برہ کی اگن میں جلایا ہے دل
سو عالم میں نایاب ہے دردمند　　سبھوں کو ہے لہو و لعب دل پسند
یہ اپنا سخن آپ سنتا ہوں میں　　یہ گل اپنے دامن میں چنتا ہوں میں
کہ اس طرح کا باغ عشرت فریب　　پھر اس شکل کا دلبر جامہ زیب
سب اسباب مسرور ہونے کا تھا　　غم و درد کے دور ہونے کا تھا
نپٹ بلکہ اوس وقت دونا ہوا　　مرے حق میں دو باغ سونا ہوا
زیادہ ہوئی یاد اوس یار کی　　ستم کیش و بے رحم و عیار کی
غم و درد کے زخم کاری ہوئے　　سو یک بارگی اشک جاری ہوئے
عنانِ خرد چھوٹ گئی ہات سے　　اٹھا آہ و فریاد ہیہات سے
درخت ایک تھا سرو کا رو برو　　اسے دیکھتا ہوں کہ ہے آپ وو
جسے دل دیا تھا میں مدت ستی　　ہوا یاں تلک جس کی وحشت ستی
سو گویا کھڑا ہے وہی طرز حال　　وہی چشم و ابرو وہی خط و خال

اسے دیکھ دوڑا میں ہو بے قرار — قدم پر رکھا سر کو بے اختیار
بہوت آہ وزاری سے رونے لگا — میں آنسو سے دو پاؤں دھونے لگا
وہی محفلِ دلبری کا چراغ — کہ جس نے مجھے سات لایا تھا باغ
ہوا مضطرب اور اوٹھایا مجھے — یکایک وہیں ہوش آیا مجھے
مزا سیرِ گلشن کا پھیکا ہوا — سبھوں کو تحیر اسی کا ہوا
غرض باغ سے پھر کے آنا ہوا — مکان معیّن کو جانا ہوا
سبھی اہلِ مجلس گئے جا بجا — وہی تھا یا میں دوسرا کئی نہ تھا
ادب سے دوزانو ہو میرے حضور — کہا مجھ کو ایک عرض ہے بالضرور
کہ مدت سے تم کو اداسی تو تھی — ہراک دم طبیعت نراسی تو تھی
ہراک وقت رہتے تھے افسردہ دل — کبھی خوش نہ دیکھا تمہیں ایک پل
ہوا سو ہوا آج کیا تھا سبب — کہ تھا باغ میں وقت عیش و طرب
وہاں دل خوشی کے سب اسباب تھے — سبب کیا تم اس طرح بے تاب تھے
وہاں آہ وزاری کا کیا وجہ تھا — وو بے اختیاری کا کیا وجہ تھا
تم اس سرو کے پاؤں پڑنے لگے — خیاباں کی کیچڑ میں گڑنے لگے
نہایت میں حیراں ہوں اس بات سے — مناسب نہ تھا آپ کی ذات سے
یہ احوال ہے عقل کی حد سے دور — مگر شورشِ عشق کا ہے فتور
کسی خوب صورت کے عاشق ہو تم — کیے ہو اسی عشق میں ہوش گم
کہو کون سا ہے وہ ابرو کماں — کہ تم کو کیا تیرِ غم سے نشاں
کہو کون ظالم کے مظلوم ہو — کہو کون حاکم کے محکوم ہو
کرو حال اپنے کو اظہار تم — حقیقت کہو سب بیاں وار تم

نہایت بہ جب ہوا بار بار
تو کہنا پڑا مجھ کو بے اختیار

کیا جب شروع اپنے غم کا بیاں
بغیر آگ جلنے لگی تب زباں

بھر آئی مری چشم آنسو ستی
اٹھا شعلۂ درد ہر مو ستی

مرے پر جو گزرا تھا سو ماجرا
مفصل تو معلوم، مجمل کہا

کہ اے سروِ سبزِ خیابانِ حسن
بہار آفرینِ گلستانِ حسن

گرفتار ہوں ایک صیاد کا
ستم گار و بے رحم و بے داد کا

ہمیشہ گلا کاٹنا اس کا کام
سنا میں کبھی اوس نے الفت کا نام

اگر سر رکھے اوس کے کئی پاؤں پر
نہ دیکھے کبھی پاؤں کی چھاؤں پر

جہاں سجدۂ عاشق زار ہے
اسے پاؤں رکھنا وہاں عار ہے

جو کوئی اس کی الفت کا بیمار ہے
خدا کے غضب میں گرفتار ہے

کہ اوّل تو ملنا بطرزِ وفا
پھر اوس بعد گویا نہ تھا آشنا

وہی ہے مرے دل کا چشم و چراغ
وہی ہے مرے مقصد دل کا باغ

کروں کیا پیارا لگا ہے مجھے
مگر اوس نے جادو کیا ہے مجھے

جدائی میں اوس کی پریشان ہوں
اگر وصل ہووے تو حیران ہوں

میں کہتا ہوں اوّل سے سب ماجرا
جو کچھ مجھ پہ گزرا ہے تا انتہا

مجھے تو خلی تھی جس ایام میں
مقید نہ تھا میں کسی دام میں

نیا اون دنوں شعر کا شوق تھا
گل و باغ کی سیر کا ذوق تھا

جدھر جاؤں میں کیا غنی کیا غریب
مرے ساتھ رہتے تھے اکثر نجیب

وہی پیشوائے سہی قامتاں
وہی مرجعِ فوجِ خوش طلعتاں

کہ تھا ان دنوں میں برس سات کا
نہ تھا آشنا ظلم کی بات کا

نظر مجھ کو آتا تھا ود گاہ گاہ
ولیکن نہ تھی مجھ کو الفت کی راہ

کبھی ہووے مرا اوس گلی میں گزر / تو اوس وقت پہ مجھ کو آوے نظر
سنا تھا مری قابلیت کا نام / ادب سے کرے مجھ کو جھک کر سلام
برس سات گزرے جب اس بات پر / کیا یاد سب دلبری کے ہنر
پڑی شہر میں اس کی خوبی کی دھوم / ہوا سب طرف عاشقوں کا ہجوم

جہاں حسن ہے آتش افروزِ عشق / وہاں گرم جوشی میں ہے سوزِ عشق
جہاں حسن کا باغ سیراب ہے / وہاں بلبلِ عشق بے تاب ہے
جہاں حسن کی شمع ہے نور بار / وہاں عشق قرباں ہے پروانہ وار
جہاں حسن کا گرم بازار ہے / وہاں جوششِ دل خریدار ہے
مگر حسن ہے خسروِ محتشم / کہ ہے عالم ایک بندۂ بے درم
جو کوئی دل کسی کو دیا ہووے گا / شرابِ محبت پیا ہووے گا
وہی جانے اس حسن کی خوبیاں / کہ کیا کیا ہیں اس بیچ محبوبیاں
غرض میں بھی صورت کا مشتاق تھا / یہاں لگ کہ مشہورِ آفاق تھا
ولیکن کسی کا نہ تھا بے قرار / کہ دل جس پہ ہو جائے بے اختیار
سو ایک دن ہوا چوک کا اتفاق / سبھی تھے مرے ساتھ اہلِ وفاق
وہی شمع کاشانۂ دل بری / چراغِ شبستانِ جادوگری
یکایک ہوا سامنے جلوہ گر / نگہ تشنۂ خون ہر بے جگر
بدستورِ اول کے مدت سے تھا / کیا مجھ کو جھک کر سلام ادا
نہ تھا وہ سلام آفتِ ہوش تھا / جو کچھ تھا سو طوفان کا جوش تھا
وہ ناز و تبسم وہ طرز و نمط / وہ زلف و نگہ چشم و لب خال و خط
بہوت دل مرا اوس پہ مائل ہوا / محبت کے زخموں سے گھائل ہوا

نہایت ہوا شوق بے اختیار   کہ میں کیونکر ہوں ہم کلام ایک بار
نہ آوے خلل جس سے تمکین میں   میں پوچھا اُسے رسم و آئین میں
کہ لالا تمہارا کہو نام کیا   کدھر آئے ہو یہاں تمہیں کام کیا
تمہے راہ میں دیکھتے ہیں کہیں   ہماری طرف گاہ آتے نہیں
کبھی اوس طرف کو بھی آیا کرو   کتاب اپنے ہمراہ لایا کرو
جو کچھ ہم کو آتے ہیں دو چار حرف   تمہارے سے کرنے کے تئیں کل صرف
بتایا ادب سے مجھے اپنا نام   کہ مدت سے ہوں آپ کا میں غلام
سلام ابتدا سے تو کرتا تھا میں   یہ یہ آرزو دل میں دھرتا تھا میں
کہ آپ اس طرح مہربانی کریں   زبانِ مبارک سے مجھ کو کہیں
کہ ہم نے کیے بندگی میں قبول   ہمارے سے تو فیض کا کر حصول
کہوں کیا میں تفصیل آنے کی سب   کہ آخر کو رہنے لگا روز و شب
مرے بن اسے چین ہوتا نہ تھا   اگر گھر کو جاوے تو سوتا نہ تھا
کبھی دوسرے تیسرے گھر کو جاوے   وہاں سے اوسی وقت پھر جلد آئے
نہایت ہوا مجھ سے یار و ندیم   ہوئی دوستی کی گرہ مستقیم
ہوا شہر میں سارے یک بار شور   فلانے فلانے کی الفت ہے زور
پڑی سب قبیلے میں اوسکے یہ دھوم   نہایت کئے سب نے اوس پہ ہجوم
میں اس بات کو سن پریشاں ہوا   پریشاں تو کیا بلکہ حیراں ہوا
کیا عقل کی راہ سے غور جب   کہا اوس کو غصے سے یہ بات تب
یہی کچھ نہیں دوستی کے نشاں   کہ رہنا ہر یک روز و شب ہم مکاں
یہاں دن میں اک بار آیا کرو   انوں کا بھی دل مت کڑھایا کرو
یہ سب سن کر آنکھوں میں لایا نمی   کہا دوستی کی ہے تم میں کمی

دم زندگی کے تیں وفادار ہوں — سخن مختصر عمر لگ یار ہوں
غرض عہد و پیمان الفت ہوا — سبھوں پر یقین محبت ہوا
دیا حق نے معشوق عاشق مزاج — ہوا کوکب سعد کا مجکو پہ راج
میں اپنی تمنا کو واصل ہوا — شہنشاہ جمعیت دل ہوا
میں کیا جانو اس چرخ کج رو کے کام — کہ اس عیش کا ہوے گا انتقام

فلک دشمن جان عشاق ہے — ہر ایک دم ستانے کا مشتاق ہے
نہ کھینچے سو کیوں بلبل دل جفا — کہ نیں گل عذاروں میں بوئے وفا
نہ دیکھا کسی گل کو بلبل نواز — یہی عاشقوں پر ہے سوز و گداز
جسے حسن کے ملک کا ہوے راج — سنا نیں آسے ہم نے الفت مزاج
جہاں میں نہاں شوخ بے داد ہیں — شہید محبت کے جلاد ہیں
سرشت ان کی مشہور ہے بے وفا — محبت میں ان کی بلا ہے بلا
جو ان ظالموں کو دیا اپنا دل — رکھا جان بوجھا اپنے سینے پہ سل
مجھے بھی ملا ایک خانہ خراب — کہ ہے ظالموں کا ہدایت مآب
ہوئی اتنی مدت وہی رنگ ہے — مرے حق میں اب لگ وہی سنگ ہے
مرے پر اسے رحم آتا نہیں — کبھی پیار سے مسکراتا نہیں
گزر گئے اسی طور سے چند روز — نہ آتا ہے ادن کو نہ آئے ہنوز
میں جب بال کنڈے پہ تھا اور تو — مجھے ادن دنوں تھا قیامت جنوں
وہ خوں ریز جلاد بھی تھا وہاں — کہ جس کا کیا اب تلک میں بیاں
کہا اپنے دل میں کدھر جاؤں میں — کہ فی الجملہ تسکین دل پاؤں میں
تو گزرے مجھے کئی طرح کے خیال — کہ حق نے تجھے بھی دیا ہے جمال

پھر اس طرح کا لطف اور دلبری
کہ حق میں ہے طالب کے جادوگری

یہ سب دیکھ کر دل میں آیا مرے
کہ بہتر ہے ہمراہ چلنا ترے

خدا مہربانی پہ اپنی جو آئے
ترے ساتھ شاید وہ غم بھول جائے

محبت میں تیری نہیں ہے کمی
تجھے اس قدر مجھ سے ہے بےرحمی

ولیکن وہی ہے مجھے اضطراب
کروں کیا کیا دل نے خانہ خراب

ہر اک دم اسی شوخ کی یاد ہے
یہی بے وفائی کی فریاد ہے

مجھے سیر گلشن کا کب شوق تھا
گل و باغ کا مجھ کو کب ذوق تھا

عبث تو نے رسوا مرے تیں کیا
بجبر ہو مجھے باغ کو لے گیا

مجھے یاد آئے وہ عشرت کے دن
کہ یک دم نہ رہتا تھا اس یار بن

تصور اسی شوخ خوں ریز کا
بلا اور آفت بر انگیز کا

پکڑ صورت آیا مرے رو برو
میں دوڑا اسے دیکھ بے تاب ہو

پھر آگے مجھے ہوش میرا نہ تھا
خبر کچھ نہیں مجھ سے کیا کیا ہوا

سنا جب مرے غم کے احوال کو
وہ درد و مصیبت کے جنجال کو

مرے مونہہ طرف دیکھ حیراں ہوا
اڑا رنگ رو اور پریشاں ہوا

کیا اشک رقت سے دامن کو نم
نپٹ اس پہ گزرا مرے غم کا غم

کہا حیف تم پر یہ احوال ہے
یہ احوال نیں جان کا کال ہے

سنا ہوں بہوت عشق کی داستاں
یہ اس طرز کا شوخ قاتل کہاں

میں ایک عرض رکھتا ہوں مانو جو تم
کیے ہو عبث ہوش اپنے کو گم

جو کوئی اس طرح کا دل آزار ہوے
تو یوں چاہیے اوس سے انکار ہوے

مری بات مانو تمہیں ہے ضرور
کیا چاہیے اس قیامت کو دور

توجہ تمہارا اگر مجھ پہ ہووے — تو جاتی رہے تم سے اس غم کی بوے
مزہ زندگانی کا پاؤ گے تم — غم و درد سب بھول جاؤ گے تم
خلاصہ مرا یہ کہ دل شاد ہو — یہ زنجیر وحشت سے آزاد ہو
تمہارے ہمارے جو باقی ہیں دم — ہے دل میں کہ عشرت سے گزریں ہم

شراب غضب سے میں لبریز ہو — جواب اس کو یوں کر دیا تیز ہو
مرا دل جو کئی اور کے ہاتھ ہوے — تو کہہ کس طرح سے ترے سات ہوے
ہوا ہوں میں اک شمع رو کا پتنگ — پسند آئے کیوں کر ترا مجھ کو رنگ
یہ دل ہے جدھر آ چکا آ چکا — محبت کی بو پا چکا پا چکا
میں تیری طرف کیوں کہ لاؤں اسے — قدیمی طرف سے پھراؤں اسے
یہ کہہ کر یکایک وہیں میں اوٹھا — رہِ منزل یار کو میں لیا
برستا تھا شدت سے برسات بھی — وو برسات کے سات تھی رات بھی
چلا اوس کے مسکن سے صحرا طرف — مرے مونہہ میں بھر آئے غصے سے کف
لیا راہ میں حیدر آباد کی — ہوئی یاد اوس شوخِ جلاد کی

بظاہر میں تنہا تھا اوس دشت میں — ولیکن وو صحرا کے گل گشت میں
عجب قافلہ میرے ہمراہ تھا — ہجوم غم و نالہ و آہ تھا
نہ اس شب میں تھا روشنی کا نشاں — نہ کچھ تھا ستاروں کا وہم و گماں
سیہ شب میں بجلی چمکتی تھی یوں — نظر چشم دلبر میں چمکے ہے جیوں
دم صبح کا جب اوجالا ہوا — تو مونہہ بارے اوس شب کا کالا ہوا
نظر آیا آثار تالاب کا — غنیمت ہوا دیکھنا آب کا
گل و لا سے آلودہ تھا پیرہن — میں دھویا وو سب پیرہن اور بدن

جو کانٹے کہ تھے پاؤں میں سر بسر　　نکالا اوسے دھوپ میں بیٹھ کر

رکھا شہر میں جس گھڑی میں قدم　　ملی مجھ کو بے شک بہشتِ ارم
لیا کوچۂ یار کی راہ کو　　کہ بلبل چلی باغ دل خواہ کو
میں دیکھا جب اس گل بدن کی گلی　　کھلی آرزو کے چمن کی کلی
رکھا کانپتا اوس گلی میں قدم　　کہ آیا نکل گھر سے باہر صنم
گلابی تھا پھینٹا بسر اوپر سجا　　کھلے بند اور نیمہ تھا ملگجا
غرورِ ادا سے لٹکتا ہوا　　کٹاری کو ہر دم جھٹکتا ہوا
چلا آیا سیدھا ہی میری طرف　　سمجھ مجھ کو تیرِ بلا کا ہدف
محبت کی بے اختیاری سے میں　　زمیں پر گرا بے قراری سے میں
اوسی دم لیا سر کو میرے اٹھا　　لیا جلد مجھ کو گلے سے لگا
نہ جانو تمہیں کو ہے میرے سے چاہ　　زیادہ مرے دل کو ہے تم سے راہ
گزشتہ سے انکار کرتا ہوں میں　　نیا اب کے اقرار کرتا ہوں میں
یہ کہہ کر مجھے جلد رخصت کیا　　مرے سات عہدِ محبت کیا
دلِ جمع سے صبح کو آئیے　　مرے سر پہ ہر ہر قدم لائیے

میں دل میں دو باتوں کا رکھ اعتماد　　کہ محکم ہوا رشتۂ اتحاد
گیا صبح کو شوقِ دیدار سے　　تمنا و مشتاقیٔ یار سے
سو کیا دیکھتا ہوں کہ ہے بد دماغ　　نہ تھا کل کا کچھ بھی نشان و سراغ
وہی بے مروت وہی بے وفا　　کہ گویا کبھی کچھ نہ تھا آشنا
میں اس طرز کو دیکھ حیراں ہوا　　نپٹ ناامیدی سے لرزاں ہوا

لگی آگ پھر جان ناشاد میں
ہوا زلزلا دل کی بنیاد میں

اندھارا ہوا آسمان و زمیں
ہوا ناامیدی کا مجھ پر یقیں

کبھی سر پٹکتا ہوں پتھروں میں جا
کبھی جان دیتا ہوں دم کو رکا

کبھی کوہ و صحرا میں جاتا ہوں میں
کبھی خاک سر پر اڑاتا ہوں میں

کہوں کس سے جا اپنی حسرت کی بات
اگر جان جاوے تو پاؤں نجات

تامل کیا میں بہت غور سے
رہا نیں وو دل اب کسی طور سے

خموشی کروں میں اگر اختیار
اسی بات پر میں رہوں استوار

خدا کی طرف کو کروں میں رجوع
تو ہووے کوکب سعد میرا طلوع

دعا کو یہی ہات اٹھا حق کے پاس
کہ جاوے ترے پاس سے غم کی باس

کسی سے نہ اب غیر حق بات کر
نپٹ التجا سے مناجات کر

الٰہی بتوں سے مرا دل پھرا
کہ ہرگز نہیں یاد ان میں نام وفا

مجھے ان کی زلفوں کے غم سے نکال
کہ آوے گا ایماں پہ آخر وبال

چھڑا دام گیسوئے خوباں سے دل
بچا خنجر نوک مژگاں سے دل

مجھے دور رکھ ان کے ابرو ستی
بچا رکھ مجھے چشم جادو ستی

مت ان جامہ زیبوں سے اٹکا مجھے
نہ دے ان کے دامن کا جھٹکا مجھے

تبسم انھوں کا مجھے مت دکھا
تکلّم انھوں کا مجھے مت سنا

پھرا حسن حادث سے دل یک بیک
کہ نور قدیمی کی دیکھوں جھلک

اگر ہووے نوازش کی صیقل گری
تو اس آئینے کی ہے نیک اختری

سر آج اب طلب مدعا کی نہ کر
کہ خاصوں میں یہ بات ہیں معتبر

کیا میں جب اس مثنوی کا خیال
تھے ہجری ہزار و صد و شصت سال

شمار اس کی ابیات کا جب کیا　　تو ہجری کے سن سے موافق ہوا
زبس اس میں ہے سیر گلشن مدام　　رکھا بوستانِ خیال اوس کا نام
یہ دو دن کی تصنیف ہے حسب حال　　زباں پر نکل آیا دل کا اُبال
نظر میں نہ لاؤ تم اوس کا قصور　　کہ ہے دردمندی سے یہ بات دور

مخمس

عشاق ترے دام میں بے جان ہوئے ہیں — تجھ زلف کے حلقے میں پریشان ہوئے ہیں
آئینۂ دیدار کے حیران ہوئے ہیں — گل دیکھ ترے رخ کوں پشیمان ہوئے ہیں
شبنم ستی نم ہو عرق افشاں ہوئے ہیں

لوہو میں تڑپتے ہیں ہزاروں دلِ بسمل — تجھ ابروئے خوں ریز کی شمشیر کے گھائل
بے تاب ہیں بے صبر ہیں اے ظالم و قاتل — ملک مہر سیں آ ان پہ نپٹ حال ہے مشکل
تجھ عشق کے میدان میں غلطان ہوئے ہیں

باندھا ہے کمر ظلم پہ وو شوخ ستم گر — ابرو کی لے شمشیر کرشمے کا لے خنجر
کھینچا ہے عجب ناز و ادا کا دیکھو لشکر — حیران ہوں شاید غضب آیا ہے کسی پر
عشاق کے سب قتل کے سامان ہوئے ہیں

کھولے ہیں صنم جب ستی وو حلقۂ کاکل — ہے رشک ستی پیچ میں اور تاب میں سنبل
زنہار مناسب نہیں یہ طرزِ تغافل — کرتا نہیں احوال مرا دیکھ تأمل
بے جان مرا جان کرا انجان ہوئے ہیں

دریائے محبت میں نہ آغاز نہ انجام — کئی غرق ہوئے ان کا رہا نہیں ہے نشاں نام
اے آفت جاں نوح کی کشتی کا نہیں کام — کشتی کوں کھنوروں کی نہ چھپا اے مہِ گل فام
گردش میں تری چشم کے طوفان ہوئے ہیں

مستوں کوں ترے عشق کی مستی کا اثر ہے
بے ہوش ہیں عالم کی کہاں ان کوں خبر ہے
ہر لحظہ انھیں شوق کے کشور کا سفر ہے
مستی میں محبت کی گزک لختِ جگر ہے
مجلس میں تری غم کی جو مہمان ہوئے ہیں

دیکھا ہوں جفا دلبرِ بے مہر و وفا بن
ہوں جی سیں پتنگ اس صنمِ تنگ قبا بن
داغی ہے عقیقِ جگر اس کانِ حیا بن
روتا ہوں سراج اس لبِ یاقوت نما بن
آنسو مرے اب لعل بدخشان ہوئے ہیں

مستزاد

ہر صبح فلک پر ملکِ عالمِ بالا — قد دیکھ سجن کا
تسبیح کریں سبحان اللہ تعالیٰ — من کا لیے من کا
تجہ چہرۂ زرتار کے تاروں کی جھلک کی — آنکھوں کو نہیں تاب
شاید کہ نمودار ہے عالم میں اُجالا — سورج کی کرن کا
اے سروِ سہی داغِ جدائی کی خبر لے — رکھ عزم تماشا
پھولا ہے عجائب یہ ہزارا گلِ لالہ — مجہ دل کے چمن کا
تجہ ابروئے خوں ریز کی شمشیر کی ادھر — ہے جس کے جگر پر
مردوں میں جہاں کے ہے جواں مرد جوالا — تجہ عشق کے رن کا
بر جا ہے اگر ہوش سے بے ہوش ہوا ہوں — اے ساقیِ گل رو
مجلس میں محبت کی ہوا نشہ دو بالا — تجہ جام نین کا
نسبت سیں ترے حسن کی ہوئی پھول کی پکڑی — توں سب میں ہزارا
اور رخ کے مقابل ترے کس جھاڑ کا پالا — ہے پات سمن کا
دیدار کی سمرن ہے مجہ آنکھوں کوں سر آج آج — پس کیوں نہ پھرا دیں
پلکوں کی ہر انگلی ستی لے ہاتھ میں مالا — آنسو کے رتن کا

اوّل تو ہمارے سیں نپٹ مہر و وفا کا
اقرار کیا ہے
آخر کوں ہمیں قتل کر اس جور و جفا کا
انکار کیا ہے

بکھرے ہیں مرے ہوش کی تسبیح کے دانے
اے غارتِ ایماں
کافر ہو مرے دل نے ترے زلفِ رسا کا
زنار کیا ہے

تجہ عشق کے بازار میں سوداگرِ غم نے
لے نقدِ خرد کوں
مجہ دل کے خریدار ستی جنسِ بلا کا
بیپار کیا ہے

سر دفترِ دیوانِ جنوں ہوئے تو بجا ہے
عشاق کی صف میں
جس عاشقِ سرمست نے تجہ مدح و ثنا کا
طومار کیا ہے

ہر نرگسِ مخمور کوں تجہ چشم کے ہوتے
اے رشکِ گلستاں
تقدیر کے مالی نے چمن بیچ سدا کا
بیمار کیا ہے

جس نے کر کیا مجہ کوں غزل خوانِ محبت
جیوں بلبلِ نالاں
رخسار مرے دلبرِ گلرنگ قبا کا
گلزار کیا ہے

عشاق کے احوال طرف دیکھ کرم سیں
کر شکر کہ حق نے
اے جانِ سراؔج آج تجھے شاہ و گدا کا
سردار کیا ہے

تجہ زلف کی یہ باس گئی جب سیں ختن میں
ہے نافۂ آہو
پر مشک خطا ہیں
ہر غنچۂ دل تنگ ہوا پھول چمن میں
اے شوخ سمن بو
تجہ رخ کی ہوا ہیں

ہو خار سلے اس کی پلک تجہ کفِ پا کوں
ہے تجہ میں نزاکت
از بسکہ سراپا
جس وقت رکھے پانوں تو بلبل کے نین میں
اے دلبرِ گل رو
اس ناز و ادا ہیں

اعراب خط و خال نقط چشم ہے مطلق
مصحف ہے ترا رخ
اے آیتِ خوبی
ہے سورۂ اخلاص کی خواہش مرے من میں
بسم اللہ ابرو
ہے مدِ رسا ہیں

یک روز کہا میں کہ ستم نہیں ہے مناسب　　عشّاق کے اوپر　　سن بات ہماری
بے تاب ہیں اس غم سیں مجھے بعد کفن میں　　اے کافرِ بد خو　　بولا کہ 'بلا سیں'
سوگند مرے حال پریشان کی موہن　　مانو تو کہوں میں　　کیوں زلف بکھیری
جمعیت دل بن رہے ہر ایک شکن میں　　کھولو نہ تم گیسو　　اب مہر و وفا سیں
یک بار تلطف سیں پلا شربتِ دیدار　　اے شوخ شفا دے　　بیمار ہوں غم کا
ہے مجھ کوں برہ درد جگر میں نہ بدن میں　　حاجت نہیں دارو　　کیا کام دوا سیں
مشتاق ہو دل سیں مرے اشعار کوں سننے　　ہر آن سراج اب　　آتے ہیں پری رو
توں دیکھ مری طبع کے ہر ایک سخن میں　　کرتا ہوں میں جادو　　کیا فکر رسا سیں

ترجیع بند

اے گلِ بوستانِ نازو ادا　　دیکھ آ حالِ بلبلِ شیدا
ایک دیدار کا ہے تجھ سیں سوال　　اے صنم ہوں تری گلی کا گدا
بے خودی کی شراب کوں پیناں　　عاشقوں کے طریق میں ہے روا
یار بن دو جہاں سیں مطلب نہیں　　مجھ کوں یکساں ہے گلشن و صحرا
کیا کروں دل کا اختیار نہیں　　آتشِ شوق نے کیا مارا
شوق کا جوش کھا کے ابلا ہے　　میری آنکھوں سے اشک کا دریا
تجھ زنخداں کی چاہ ہے ساقی　　حوضِ کوثر کی نہیں مجھے پروا

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یک بار
جاں کندن میں شربتِ دیدار

دوست کے ہجر سیں ہے دل بے تاب　　آتشِ غم میں دل ہوا ہے کباب
جب مرا حال یار پوچھے گا　　مجھ کوں حیرت ہے کیا کہوں گا جواب
ساقیٔ شوخ کی جدائی میں　　جامِ دل میں مرے ہے غم کی شراب
بند ہوں دام میں جدائی کے　　یا الٰہی مجھے نکال شتاب
قیدِ غم میں ہے یہ دعا میری　　افتح یا مفتح الابواب
شوخ قاتل کے غم سیں مسجد میں　　دمِ شمشیر ہے خمِ محراب
کیا کروں دل کی آگ بجھتی نہیں　　چشمۂ خضر میں کہاں ہے آب

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یک بار
جان کندن میں شربتِ دیدار

مجھ پہ کرتا ہے دو گلستاں رو　　کیا ادا کیا نگاہ سیں جادو
صید عشاق کوں برابر ہے　　حلقۂ دام و حلقۂ گیسو
قمریاں ہر چمن میں کہتی ہیں　　سرو قد کے خیال سیں کو کو
سیرِ گلشن پہ طبع راغب نہیں　　ہے کہاں گل میں گل بدن کی بو
جھڑ پڑیں برگ نخلِ طوبا کے　　گر کروں دل سیں نعرۂ یاہو
جب سیں پایا شکستِ سنگ جنوں　　تب سیں ٹوٹا ہے عقل کا بازو
آشنائی سیں دل کے گوشے میں　　تجھ پہ قرباں ہوں اے کماں ابرو

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یک بار
جان کندن میں شربتِ دیدار

اس کی خاکِ قدم جو پاتا ہوں　　چشم میں سرمہ کر لگاتا ہوں
گل کی مانند مجھ پہ ہنستا ہے　　داغ دل کا جسے دکھاتا ہوں
جب خیال اس پری کا آتا ہے　　میں شکیب و خرد سیں جاتا ہوں
مجھ سیں آزردہ ہو چلا تجھ پاس　　دل کوں ہر چند میں مناتا ہوں
کیا کروں بوئے مشک چھپتی نہیں　　عشق ہر چند میں چھپاتا ہوں
تجھ برہ میں ہوا ہوں خوابِ خیال　　لختِ دل جائے قوت کھاتا ہوں
زخم کھا تجھ برہ کے خنجر کا　　نیم بسمل ہو تلملاتا ہوں

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یک بار
جان کندن میں شربتِ دیدار

دل کے بازار کا جو رستا ہے　　اس میں سودا جنوں کا سستا ہے

ہر پلک پر یہ اشکِ گرم ستی
کیا چراغاں عجب دو رہتا ہے

دیکھ کر آرسی وو غنچہ دہن
پھول کی ہر کلی پہ ہنستا ہے

ہے عجب عینِ وصل میں روناں
مہ کہاں دھوپ میں برستا ہے

کیوں نہ ہووے دل مرا رسول آباد
مصطفیٰ کا خیال بستا ہے

دل مرا تجہ برہ کے گلشن میں
غم کے داغوں سیں گل کا دستہ ہے

میں وفادار ہوں خدا کی قسم
کیوں تغافل سیں مجھ کوں کستا ہے

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یک بار
جان کندن میں شربتِ دیدار

دیکھ مجھ اشک کی درافشانی
ہر گہر شرم سیں ہوا پانی

کیوں نہ جوہر شناس ہووے دل
لب ترے لعل ہیں بدخشانی

اس کے فرمان میں ہیں دیو و پری
ہے دہن خاتمِ سلیمانی

دیکھ اے شوخ تجہ زنخداں کوں
چاہِ غم میں ہے ماہِ کنعانی

دل گزک خوں شراب، غم ہے قوت
عشق نے کیا کیا ہے مہمانی

ہے خجالت سیں زرد روئے زرِ سرخ
دیکھ مجہ رنگ زرد کی بانی

کیا کروں شرح دل کی بے تابی
آ خبر لے، اے دلبر جانی

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یک بار
جان کندن میں شربتِ دیدار

دل گرفتارِ زلف موہن ہے
جی کوں جس کا خیال سمرن ہے

گردشِ چشم سیں کیا بے خود
ہوش کھونے کا یہ عجب فن ہے

جو کیا دل کوں صاف زنگ ستی
در و دیوار اس کو درپن ہے

جا نہیں غیر کے خیال کے تئیں
دل میں تجہ غم کا آج مسکن ہے

گلِ داغ جفاسیں دل میرا   بوستاں ہے چمن ہے گلشن ہے
ہجر کی رات میں نہیں آرام   ہر پلک مجھ نین میں سوزن ہے
تجھ جدائی ستی اے جانِ سراج   آشتابی کہ جان کندن ہے

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یک بار
جان کندن میں شربتِ دیدار

متفرقات

اے دل شہیدِ عشقِ ستم زاد ہو ٹک یک
لذت نصیب خنجرِ جلاّد ہو ٹک یک

دل تنگ اس بہار میں اے غنچہ خوب نیں
خاموش کب تلک نبِ فریاد ہو ٹک یک

اے طفلِ اشک آنکھ مچانی سیں باز آ
کب تک رہے گا نقطۂ شک صاد ہو ٹک یک

گر چاہتا ہے دامنِ مقصود ہات آئے
جیوں گرد اٹھ کے خاک سیں برباد ہو ٹک یک

مشغول غیر مت رہے تو آپ عین ہے
مدت تلک تھا یاد میں بے یاد ہو ٹک یک

نقش و نگار پردۂ وہمی میں کیوں ہے توں
خود نقش بند عالمِ ایجاد ہو ٹک یک

گل گشت باغ روح کا گر تجھ کو عزم ہے
تن پرورؤں کی قید سے آزاد ہو ٹک یک

عمر سب جلتے ہی گذری خاکساری رہ گئی
گرم راکھ اس قافلے سیں یادگاری رہ گئی

گنجہائے گرانمایہ

مصنف: رشید احمد صدیقی

صفحات: 288

قیمت:-/78 روپے

اللہ میگھ دے

مصنف: رضیہ سجاد ظہیر

صفحات: 216

قیمت:-/65 روپے

افکار رومی

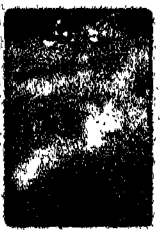

مصنف: محمد عبدالسلام خاں

صفحات: 348

قیمت:-/110 روپے

رنگ، خوشبو، روشنی

مصنف: قتیل شفائی

صفحات: 160

قیمت:-/65 روپے

ادبی سماجیات

مصنف: محمد حسن

صفحات: 96

قیمت:-/50 روپے

کہانی کے پانچ

مصنف: شمیم حنفی

صفحات: 140

قیمت:-/60 روپے

اثبات و نفی

مصنف: شمس الرحمن فاروقی

صفحات: 220

قیمت:-/80 روپے

فی الحال

مصنف: یوسف ناظم

صفحات: 96

قیمت:-/50 روپے

ISBN 978-81-7587-498-5

₹ 45/-